

# ہم ماتم

کیوں کرتے ہیں؟

محیب عبدالکریم مشاق

# ہم ماتم

کیوں کرتے ہیں؟

محیب عبدالکریم مشاق



ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟

بجواب

”ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟“

عبد الکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ ربک ایجنسی ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اشاعتی مسجد کھارادر کراچی ۷۲



(جلہ حقوق ترجمہ و طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	.. .. .	ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟
بجواب کتاب	.. .. .	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟
مجیب	.. .. .	عبد الکریم مشتاق
پیشکش	.. .. .	اکبر ابن حسن
کتابت	.. .. .	اختر علی اختر
پرنٹر	.. .. .	نفیس اکیڈمی آفیسٹ پرنٹرز
قیمت	.. .. .	

شائع کردہ

رحمت اللہ ربک ایجنسی ناشران و تاجران کتب  
بمبئی بازار نزد خوبہ شیدہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی

سائنس و تحقیق  
فہرست  
2003 - 3 - 5

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱-	پیش لفظ	۱۵
۲-	شکوہ (نظم)	۱۸
۳-	ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟	۱۹
۴-	مروجہ ماتم	۲۰
۵-	دلیل ۱	۲۱
۶-	قاضی صاحب کا جواب	۲۲
۷-	جواب المجواب دلیل ۱	۲۳
۸-	مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تفسیری حاشیہ	۲۵
۹-	"ممبر" کے معنی اہلسنت یکم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی زبان	۲۵
۱۰-	مولوی شبیر احمد عثمانی کی تفسیر	۲۶
۱۱-	لفظ "حسن" کی تشریح	۲۶
۱۲-	وقتی صمد	۲۷
۱۳-	عسناد دار امت	۲۸
۱۴-	یادگار علم	۲۸
۱۵-	شہداء کی ہر سال یاد منانا سنت رسولؐ بھی ہے اور طریقہ	۲۹
	اصحاب ثلاثہ بھی ہے۔	
۱۶-	۱۰۰۰ حسین یا داہ حسین	۳۰



زبر شمار  
عنوانات

صفحہ

۱۷- خبر شہادت پر مسرور ہونا چاہیے یا مغموم؟

۱۸- اغدھا کیا جانے لبنت کی بہار!

۱۹- دلیل ۷

۲۰- قاضی مظہر صاحب کا جواب

۲۱- ہمارا جواب ۷

۲۲- گریہ انسب یا

۲۳- دلیل ۷

۲۴- الجواب القاضی

۲۵- جواب الاحقر

۲۶- زمین و آسمان ہمارے ہم مذہب ہیں۔

۲۷- امام حسن اور دیگر شہداء کی مجالس عزاء۔

۲۸- دلیل ۷

۲۹- قاضی صاحب کا جواب

۳۰- واپسی جواب

۳۱- آدم و حوا کی طویل المدت نوحہ خوانی

۳۲- ماتم سنت آدم ہے۔

۳۳- سیاہ پوشی

۳۴- دلیل ۷

۳۵- دلیل ۷

۳۶- دلیل ۷

۴۳

زبر شمار  
عنوانات

صفحہ

۳۷- جواب قاضی

۳۸- خاکسار کا جواب

۳۹- مرقہ ماتم سے چند

۴۰- آسمانی کتب

۴۱- توریت و انجیل کی پیروی

۴۲- الہامی کتب سابقہ میں آیات عزائم کا ابدی حکم

۴۳- دلیل ۷

۴۴- قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب

۴۵- جواب من

۴۶- دلیل ۷

۴۷- جواب دلیل از قاضی مظہر حسین

۴۸- مسیحا کا جواب

۴۹- دلیل ۷

۵۰- جسرج قاضی

۵۱- ہمارا جوابی تبصرہ

۵۲- علمی خیانت کا ثبوت

۵۳- بالغرض محال

۵۴- عزاداری پر رسول اکرم کا اظہار تشکر

۵۵- دلیل ۷

۵۶- جواب منجانب قاضی مظہر حسین صاحب

۵۹



نمبر شمار	عنوان
۵۷	ہماری گزارش
۵۸	دلیل ۱۲
۵۹	جواب از قاضی
۶۰	جواب الکریم
۶۱	دلیل ۱۳
۶۲	قاضی صاحب کی جوابی عبارت
۶۳	ہمارا جواب
۶۴	دلیل ۱۴
۶۵	قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب
۶۶	جواب مشتاق
۶۷	دلیل ۱۵
۶۸	بیان قاضی جی
۶۹	بیان راقم
۷۰	دلیل ۱۶
۷۱	قاضی مظہر حسین صاحب کا جوابی بیان
۷۲	محسّر کا بیان
۷۳	دلیل ۱۷
۷۴	الجواب
۷۵	جوابی التماس
۷۶	دلیل ۱۸

۶۰	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۳	۶۳	۶۳	۶۵	۶۵	۶۶	۶۸	۶۸	۶۸	۶۹	۶۹	۷۱	۷۱	۷۱	۷۴
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----

نمبر شمار	عنوانات
۷۷	قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب آخر
۷۸	ہماری معرفتات
۷۹	خلاصہ جوابات (قاضی)
۸۰	جوابی تبصرہ
۸۱	مرد جو ماتم کجا جائز اور حرام ہونے کے دلائل از قاضی مظہر حسین صاحب
۸۲	جوابی دلائل
۸۳	دلیل چہارم
۸۴	جواب
۸۵	دلیل پنجم
۸۶	جواب
۸۷	جسذع کی تعریف (دلیل ششم)
۸۸	جواب
۸۹	دلیل ہفتم
۹۰	جواب
۹۱	دلیل ہشتم
۹۲	جواب
۹۳	دلیل نہم
۹۴	جواب
۹۵	دلیل دہم
۹۶	جواب

۷۷	۷۸	۷۷	۷۷	۷۷	۷۹	۷۹	۸۲	۸۳	۸۴	۸۴	۸۶	۸۷	۸۷	۸۹	۸۹	۹۰	۹۰	۹۱	۹۲
----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----	----



نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۷	دلیل یازدہم	۹۴
۹۸	جواب	۹۴
۹۹	دلیل دوازدہم (امام حسین کی آخری وصیت)	۹۶
۱۰۰	جواب	۹۶
۱۰۱	دلیل سیزدہم	۹۹
۱۰۲	جواب	۹۹
۱۰۳	دلیل چہار دہم	۱۰۲
۱۰۴	جواب	۱۰۲
۱۰۵	دلیل پانزدہم	۱۰۳
۱۰۶	جواب	۱۰۳
۱۰۷	دلیل شانزدہم	۱۰۵
۱۰۸	جواب	۱۰۶
۱۰۹	دلیل ہفتدہم	۱۰۶
۱۱۰	جواب	۱۰۶
۱۱۱	دلیل ہشتدہم	۱۰۷
۱۱۲	جواب	۱۰۷
۱۱۳	ایک تو اثبات عزاداری	۱۱۰
۱۱۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھر	۱۱۰
۱۱۵	شبیبہیں اور جلوس	۱۱۰
۱۱۶	خونِ مسیح کی زیارت	۱۱۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۱۷	یوم وفات پر جلوس	۱۱۲
۱۱۸	گوتم بدھ کا دانت	۱۱۳
۱۱۹	تابوت، تعزیر، مندرقی	۱۱۳
۱۲۰	ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر سیاہ پوشی	۱۱۳
۱۲۱	ثبوت ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کا امام حسین کی عزاداری کرنا۔	۱۱۷
۱۲۲	ثبوت ۲۔ ذکر شہادت حسین، ذکر جبریل، عزادار حضرت نوح اور کشتی نوح کا خون رونا	۱۱۸
۱۲۳	ثبوت ۳۔ ذکر شہادت حسین کا ذکر خود خدا، سوگوار ساری کائنات، عزادار خلیل خدا	۱۱۸
۱۲۴	حضرت ابراہیم کی عزاداری۔	۱۱۹
۱۲۵	ثبوت ۴۔ غم حسین میں حضرت موسیٰ کا خون بہنا	۱۱۹
۱۲۶	ثبوت ۵۔ شہادت امام حسین پر خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ کی عزاداری	۱۲۱
۱۲۷	ثبوت ۶۔ محبت حسین میں اس کے بہا نالہ کجا رسول نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا۔	۱۲۲
۱۲۸	ثبوت ۷۔ غم حسین میں امیر المومنین حضرت علی اور روح اللہ جناب عیسیٰ کی سوگوار ی۔	۱۲۲
۱۲۹	ثبوت ۸۔ سبط اکبر امام حسن اور مصائب حسین پر تمام مخلوقات کی عزاداری	۱۲۵
۱۳۰	ثبوت ۹۔ عزادار حسین سے امام حسین کا وعدہ جنت	۱۲۸
۱۳۱	ثبوت ۱۰۔ امام زین العابدین اور امام محمد باقر کے ارشادات کہ مومن عزاداری قیامت کیدن کی سستی اور دوزخ کی عقوبت سے محفوظ ہوگا۔	۱۲۹



۱۳۲- ثبوت ۱۱- ذکر مصائب المہدیین گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

۱۳۰- امام جعفر صادق کا فرمان

۱۳۳- ثبوت ۱۱- ماتم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے۔

۱۳۱- امام موسیٰ کاظم کا ارشاد

۱۳۴- ثبوت ۱۱- امام حسین کے لئے ماتم کی عام اجازت اور معصوم کا حکم

۱۳۵- ثبوت ۱۱- گریہ اور خدا کا حکم حکم

۱۳۵- ثبوت ۱۱- شہادت حسینؑ پر بافت غیبی کی مرثیہ خوانی اور

۱۳۳- جنات کی نوحہ خوانی

۱۳۶- ثبوت ۱۱- غم ناک قدرتی آفات کے ذریعے عوامی بیدار شہادت

حسینؑ کو دائمی طور پر جاری رکھنا مقصود ہے۔

۱۳۷- ثبوت ۱۱- ابوالبشر حضرت آدمؑ کا خواب بائبل کے لئے سر شہ لکھنا

اور اپنی آئندہ نسل میں اس کا ذکر جاری کرنے کی وصیت فرمانا

۱۳۸- ثبوت ۱۱- حضرت ابراہیمؑ کا بی بی سارہ کے لئے ماتم کرنا۔

۱۳۹- ثبوت ۱۱- توریت میں ماتم اور نوحہ خوانی کا خدائی حکم۔

۱۴۰- ثبوت ۱۱- الہامی نوحہ

۱۴۱- ثبوت ۱۱- معصوم اور ماتمیوں کو حضرت عیسیٰؑ کی بشارت

۱۴۲- ثبوت ۱۱- ۲۲- رونے والے مبارک ہیں!

۱۴۳- ثبوت ۱۱- ۲۳- وادیا کا جواز

۱۴۴- ثبوت ۱۱- ۲۴- بوقت مصیبت عوامی صبر کے منافی نہیں

۱۴۵- ثبوت ۱۱- ۲۵- حضرت جعفر طیارؑ کی شہادت پر رسول ابراہیمؑ

کی گریہ زاری

۱۴۶- ثبوت ۱۱- ۲۶- حضرت عائشہؓ کی حضرت ابوبکرؓ پر نوحہ خوانی

۱۴۷- ثبوت ۱۱- ۲۷- بیت اللہ شہید بیت المصون ہے۔

۱۴۸- ثبوت ۱۱- ۲۸- شہید و تزیین بنانے کی اجازت

۱۴۹- ثبوت ۱۱- ۲۹- معصوم کی ماتم کے لئے وصیت

۱۵۰- ثبوت ۱۱- ۳۰- امام برحق کی ندبہ کے لئے وصیت

۱۵۱- ثبوت ۱۱- ۳۱- اہل ماتم کو تدریجاً کھلانا جائز ہے۔

۱۵۲- ثبوت ۱۱- ۳۲- رسالت مآبؐ کا سیاہ لباس پہننا۔

۱۵۳- ثبوت ۱۱- ۳۳- امین الہی حضرت جبریلؑ کا سیاہ پوش پہننا

۱۵۴- ثبوت ۱۱- ۳۴- حضرت عمرؓ بن خطابؓ کا لے لباس میں

۱۵۵- ثبوت ۱۱- ۳۵- حضرت عثمانؓ کے غم میں سیاہ پوشی

۱۵۶- ثبوت ۱۱- ۳۶- کالی کھلی واغے کی کالی گپڑی

۱۵۷- ثبوت ۱۱- ۳۷- وفات عمرؓ پر جنات کی مرثیہ خوانی سیاہ پوشی

اور ماتم

۱۵۸- ثبوت ۱۱- ۳۸- سبط اکبر امام حسنؑ کی سیاہ پوشی

۱۵۹- ثبوت ۱۱- ۳۹- ابوہریرہؓ کا ماتم

۱۶۰- ثبوت ۱۱- ۴۰- حضرت عمرؓ کا سر پیٹنا اور زمین کرنا۔

۱۶۱- ثبوت ۱۱- ۴۱- حضرت عثمانؓ کے غم میں ماتم

۱۶۲- ثبوت ۱۱- ۴۲- اصحاب رسولؐ کا ران پیٹنا

۱۶۳- ثبوت ۱۱- ۴۳- حضرت حیدرؑ کا ران پیٹنا

۱۶۴- ثبوت ۱۱- ۴۴- رسول مقبولؐ کا ماتم میں شرکت کی اجازت دینا

۱۶۵- ثبوت ۱۱- ۴۵- حضرت آدمؑ کا پیٹ کر خون بہانا۔



نمبر شمار

عنوانات

صفحہ

نمبر شمار

عنوانات

صفحہ

۱۶۶۔ ثبوت ۱۴۶ ابی عباس کا غم حسین میں نابینا ہونا

۱۴۶

۱۶۷۔ ثبوت ۱۴۷ زندہ کا غم مٹانے کا اجر و ثواب

۱۴۷

۱۶۸۔ ثبوت ۱۴۸ حضرت یعقوب کا غم فرزند میں مکر غمیدہ ہونا

۱۴۸

۱۶۹۔ ثبوت ۱۴۹ ام زین العابدین کی عزاداری داتا گنج بخش کی زبانی

۱۴۹

۱۷۰۔ ثبوت ۱۵۰ امام ابوحنیفہ کے لئے امام احمد حنبل کی عزاداری

۱۵۰

۱۷۱۔ ثبوت ۱۵۱ خود ہی مارا خود ہی روئے!

۱۵۱

۱۷۲۔ ثبوت ۱۵۲ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بلند آواز سے رونا۔

۱۵۲

۱۷۳۔ ثبوت ۱۵۳ اسیروں کے لئے رونا سنت نبوی اور سیرت پیغمبر ہے۔

۱۵۳

۱۷۴۔ ثبوت ۱۵۴ حضرت یوسف کا اپنے بھائیوں کو تصاویر دکھانا۔

۱۵۴

۱۷۵۔ ثبوت ۱۵۵ ابوالامت علی اور امام المسلمین عائشہ کا محمد بن ابوبکر

۱۵۵

پر جرح کرنا

۱۵۶

۱۷۶۔ ثبوت ۱۵۶ زیارت علم بارک ادا صحاب رسول کی گریہ زاری

۱۵۶

۱۷۷۔ ثبوت ۱۵۷ علم کو احترام چومنا اور زیارت کی سنی کرنا۔

۱۵۷

۱۷۸۔ ثبوت ۱۵۸ تہذیب دار مستحق شفاعت شفیع المذنبین ہے

۱۵۸

۱۷۹۔ ثبوت ۱۵۹ بزرگوں و بخواہ عزادار کو رسول کی ڈانٹ

۱۵۹

۱۸۰۔ ثبوت ۱۶۰ سید الساجدین کا مجلس عزاء پڑھ کرنا۔ ناکری فرماتا اور

۱۶۰

گریبان چاک کرنا۔

۱۶۱

۱۸۱۔ ثبوت ۱۶۱ صوفی بزرگ شاہ حسن میاں پھلواری حنفی قادری کا

۱۶۱

عزاداری کے لئے مشورہ

۱۶۲

۱۸۲۔ ثبوت ۱۶۲ بابا فرید شکر گنج کی عزاداری

۱۶۲

۱۸۳۔ ثبوت ۱۶۳ تہذیب داری صاحب بے خیری "ماتم داری کی تعریف"

۱۶۳

۱۸۴۔ ثبوت ۱۶۴ بزمی حبیب علیہ السلام

۱۶۴

۱۸۵۔ ثبوت ۱۶۵ سادات کا طریقہ سلطان اثرات سمنائی کی زبانی

۱۶۵

۱۸۶۔ ثبوت ۱۶۶ شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پندری اور عزاداری حسین

۱۶۶

۱۸۷۔ ثبوت ۱۶۷ بندہ نواز گیسو دراز کی عزاداری

۱۶۷

۱۸۸۔ ثبوت ۱۶۸ تالبع حسن بصری کا سوگوار ہونا۔

۱۶۸

۱۸۹۔ ثبوت ۱۶۹ غم سیرت کے بغیر قبر میں پھین نہیں!

۱۶۹

۱۹۰۔ ثبوت ۱۷۰ امام شافعی کی مرقیہ خوانی

۱۷۰

۱۹۱۔ ثبوت ۱۷۱ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

۱۷۱

۱۹۲۔ ثبوت ۱۷۲ تہذیب و زیارات شائر اللہ میں داخل ہیں۔

۱۷۲

۱۹۳۔ ثبوت ۱۷۳ عزاداری آثار اسلام سے ہے۔

۱۷۳

۱۹۴۔ ثبوت ۱۷۴ شاہ فیصل کی عزاداری۔

۱۷۴

۱۹۵۔ ثبوت ۱۷۵ رسومات عزاداری باعث رحمت ہیں۔

۱۷۵

۱۹۶۔ ثبوت ۱۷۶ گریہ میں آخر رحمت ہے

۱۷۶

۱۹۷۔ ثبوت ۱۷۷ رخ و غصہ کی حالت میں چہرے کا سُرخ ہونا۔

۱۷۷

۱۹۸۔ ثبوت ۱۷۸ شہادت حسین پر اظہار غم بصورت شفق

۱۷۸

۱۹۹۔ ثبوت ۱۷۹ طبی لحاظ سے غم و صدمہ کے وقت خون بہانا۔

۱۷۹

۲۰۰۔ ثبوت ۱۸۰ نرجس بصری ماتم کی حکمتی دلیل

۱۸۰

۲۰۱۔ ثبوت ۱۸۱ عالم طلال میں خون پراثرات

۱۸۱

۲۰۲۔ ثبوت ۱۸۲ خون نکالنا بعض امراض کا شافی علاج ہے۔

۱۸۲



- ۲۰۲۔ ثبوت ۱۴۵ ملکیت شریعت عاقل و باہوش ہے۔
- ۲۰۳۔ ثبوت ۱۴۶ ایک یا دو گار نہانا۔
- ۲۰۴۔ ثبوت ۱۴۷ اظہارِ تعزیت باہمی اخوت و محبت کا سبب ہے۔
- ۲۰۵۔ ثبوت ۱۴۷ ایک بزرگ و نصیحت۔
- ۲۰۶۔ ثبوت ۱۴۸ حضرت داؤد کا غم پسریں ہر روز ماتم کرنا۔
- ۲۰۷۔ ثبوت ۱۴۸ حضرت داؤد کا ماتم برپا کرنے کا حکم دینا۔
- ۲۰۸۔ ثبوت ۱۴۸ قرآن مجید میں عزاداری کو حرام قرار نہیں دیا گیا ہے۔
- ۲۰۹۔ ثبوت ۱۴۹ مخالفت عزاداری میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔
- ۲۱۰۔ ثبوت ۱۴۹ عزاداری تبلیغِ حق کا موثر ذریعہ ہے۔
- ۲۱۱۔ ثبوت ۱۵۰ اگر عزاداری نہ ہوتی تو زید بن حارثہ بن چکا مورتا۔!
- ۲۱۲۔ ثبوت ۱۵۰ عزاداری کی مخالفت بجائے بخود اسے حق ثابت کرتی ہے۔
- ۲۱۳۔ ثبوت ۱۵۱ عزاداری اخلاق ساز ہے۔
- ۲۱۴۔ ثبوت ۱۵۱ عزاداری تیز دیدیت اور حسینیہ میں امتیاز پیدا کرتی ہے۔
- ۲۱۵۔ ثبوت ۱۵۲ حسین کی عزاداری دماصل رسول کی عزاداری ہے۔
- ۲۱۶۔ ثبوت ۱۵۲ عزاداری سے رسول اکرمؐ راضی ہوتے ہیں۔
- ۲۱۷۔ ثبوت ۱۵۳ عزاداری قانوناً اور شرعاً جائز ہے۔
- ۲۱۸۔ ثبوت ۱۵۳ ایک غیر مسلم حج کا عزاداری کے متعلق فیصلہ۔
- ۲۱۹۔ ثبوت ۱۵۳ جماعت مخالفین علماء رسومات عزاداری کے آگے ہتھیار ڈال چکے۔
- ۲۲۰۔ ثبوت ۱۵۴ رسول صادقؐ کا صدیق کوئی نہ سے وعدہ۔ عزاداری یقینی نجات۔

## پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ الطاہرین  
 دین اسلام کی قبولیت سے زندگی، پیغمبر اسلام کے اہلبیت کی مودت سے  
 زندگی کو تابندگی، نصیب ہوتی ہے۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ انسان جس نے اپنے  
 قلب کو ان کے ذکر کے نور سے منور کر لیا ہے اور اسی روشنی میں زندگی کی منازل  
 کو طے کرتا جاتا ہے۔

اسلام میں چار مہینوں کو حرمت والے مہینے اعتقاد کیا جاتا ہے ان ذی قعدہ  
 ذی الحجہ (۱۲) محرم (۳) رجب۔ ان مہینوں میں زمانہ جاہلیت میں بھی کفار  
 عرب آپس میں جنگ و جدال روک دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ان مہینوں میں  
 لڑائی جھگڑا، فساد، قتل و غارت کو کبیرہ گناہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی یہ ایام امن ہیں۔  
 حتیٰ کہ غیروں سے بھی اس زمانہ میں جنگ منع ہے۔ چونکہ پاکستان کی اساس  
 نظریہ اسلام ہے اور نظام اسلام کے نفاذ کی کوششیں اب تیز چوری میں لہذا  
 تمام مسلمانانِ پاکستان کو چاہیے کہ ماہِ محرم میں خصوصاً امن و امان کا لحاظ رکھیں  
 ایک دوسرے کے کام آئیں کسی کا دل نہ دکھائیں مظلوموں کی یاد سے روح کو  
 فستہ پہنچائیں۔ ایمان کو اخوت و محبت سے مستحکم کریں۔ اور خانوادہ رسولؐ  
 کی قربانوں سے سبق سیکھیں اور آزمائش کی گھڑیوں میں ان کے نقش قدم پر  
 چلنے کا مصمم عہد کریں۔



لکھ کر ذکر حسین کے خلاف اپنے بغض و عناد کا اعلانیہ مظاہرہ کیا۔ اس ناشائستہ اور کمزور دلائل سے بھرپور کتابچہ کا دندان شکن جواب تو چکوال ہی سے انجمن حیدری بھون روڈ کی جانب سے آغا سید واصف حسین صاحب نقوی مدظلہ نے فلاح الکونین فی عزائے حسین کی شکل میں دے کر شیعہ قوم پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ ۱۹۷۲ء کی شائع شدہ یہ کتاب تلامذہ تحریر لا جواب ہے اور قاضی صاحب نے اس کا جواب دینے کی جرات نہیں کی ہے۔ تاہم اپنی کتاب ہر سال شائع کرتے ہیں مگر جواب کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ مسکت و مدلل کتاب کی موجودگی میں دوسرا جواب لکھنا ضروری تو نہیں ہے مگر بعض ناقابل نظر انداز وجوہات کی بناء پر کتاب ہذا کی اشاعت ضروری سمجھی گئی ہے۔ امید ہے کہ سنی قابل قبول ہوگی۔

مصنف

بر قسمتی سے ہمارے ملک میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ملت کا اتحاد و اتفاق سخت ناگوار ہے۔ شروع میں ان لوگوں نے قیام مملکت اسلامیہ کی سرطور مخالفت کی لیکن جب ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا تو اب استقامت و وطن ان کے سینے پر سانپ بن کر بونہار رہتا ہے۔ اور ہر وقت ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس ملک کو کمزور بنائیں۔ چنانچہ وہ ہر تن اس موقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کسی دیکسی طرح اپنے ناپاک ارادوں میں کامیابی حاصل کر لیں۔ لیکن افراد ملت اب بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ خبردار ہیں لہذا بدخواہوں کے تمام حیلے اور خفیہ تدابیر خاک میں ملتی نظر آتی ہیں جو ادارہ سید الشہداء علیہ السلام اسلامی اتحاد و اخوت کا ایک اہم جزو ہے۔ لیکن اتفاقاً تنظیم کے دشمن محرم الحرام کے مہینے میں خدا کے حکم کے خلاف اس جزو اتحاد کے خلاف زبردستی کے فسادات و بدامنی کے اسباب پیدا کرتے رہتے ہیں حالانکہ نہ ہی ہم نے کسی کو کبھی خریک عزائے حسین کی دھرت دی ہے اور نہ ہی ہماری عزاداری سے کسی غیر کو کوئی نقصان ہوتا ہے۔

شیعانِ مذکر لنگ کی طر سے ایک چورسہ نام "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟" شائع ہوا جس میں مشہر جناب ذاکر غلام عباس (پ۔ اے) نے اظہارہ دلیلیں تحریر کئے بتایا کہ ہم شیعہ ماتم کیوں کرتے ہیں۔ اس پمفلٹ میں نہ کسی فرد پر تنقید کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا جملہ ہے جو کسی بھی مکتب فکر کے لئے باعثِ رنج یا خلافِ رواداری ہو۔ بلکہ ذاکر صاحب نے اپنے موقف کو انتہائی سلیقہ مندی و اختصار کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہے جو ان کا اخلاقی و شہری ہی نہیں بلکہ دینی و شرعی حق تھا۔

قاضی مظہر حسین صاحب امیر خدام اہل سنت و الجماعہ چکوال جن کو شیعہ مذہب کے خلاف زبردستی کی عادت ہو چکی ہے معلوم نہیں کس وجہ سے ان چار ورقوں کو برداشت ذکر کے لہذا اڑتالیس صفحات میں ایک کتابچہ نام "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟"



## شکوہ

از قلم ۔ جنابے مومن علی حیدری (جہلم)

۴ شکوہ ہے مجھ اُن سے جو ماتم نہیں کرتے  
۴ ممکن نہیں دل رونا ہوا رات گئے چٹکیں  
۴ ہم کیسے مجھ میں غم شہتیر ہے دل میں  
۴ غم دل میں اگر رہتا تو افسار بھی ہوتا  
۴ فیض نہ نہیں لگواتی ہے احباب کے غم میں  
۴ جب دل پر لگے چوٹ تو پھر ضبط کہاں ہو  
۴ احباب کی آپس میں جب ہوتی ہے جدائی  
۴ پتھر کا کلیجہ کرو، فطرت کو بگاڑو  
۴ کیا زندہ جاوید نہ تھے حضرت حمزہؑ؟  
۴ کیوں فاطمہؑ نے باپ کے مرنے پر ہلاکی؟  
۴ ازواج نے کیوں لاش نبیؐ پر نہ کہا یہ؟  
۴ ہابیل کے کیوں غم میں ہلا کرتے تھے آدمؑ؟  
۴ قانونِ فطرت کے یہ کیوں طعنہ زنی ہے  
۴ اس ضبط کے قربان چنے جاتے ہو آنسو  
۴ مومن کہ نظم اُن کو سنائے کوئی جا کر  
۴ جیتے ہیں محبِ چشم کو پر غم نہیں کرتے  
۴ دعویٰ محبت ہے تو کیوں غم نہیں کرتے  
۴ جو لوگ کہ تعظیمِ محمدؐ نہیں کرتے  
۴ تم کیسے عزت دار ہو ماتم نہیں کرتے  
۴ افسوں کوئی ان آنکھوں پر تم نہیں کرتے  
۴ فریادِ مستم دیدہ کبھی کم نہیں کرتے  
۴ وہ اشکِ فغانی بھلا کیوں کم نہیں کرتے  
۴ پھر کہہنا کہ ہم زندوں پر ماتم نہیں کرتے  
۴ کیوں ضبطِ بیکار و عالم نہیں کرتے  
۴ وہ رویے مگر آنکھ کو تم غم نہیں کرتے  
۴ ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے  
۴ غمِ اس پر کبھی منظرِ بے دم نہیں کرتے  
۴ بے عقلی پر کیوں اپنی ہی ماتم نہیں کرتے  
۴ سنئے ہو مصائب مگر غم نہیں کرتے  
۴ جو زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

## ہم ماتم کیوں کرتے ہیں؟

۱ اس لئے کہ :- ہم حساس دل ہیں سنگدل نہیں مظلوم ہیں ظالم نہیں ۔  
۲ مقتول ہیں قاتل نہیں ۔ لئے ہوئے ہیں لیٹے نہیں دوست ہیں دشمن نہیں ۔  
۳ اللہ کے فضل و کرم سے ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
۴ تعلیم کے سہرے حقیقی دین اسلام پر قائم ہیں ۔ اور ولی کل حضرت امیر المومنین علی  
۵ علیہ السلام کی ولایت کی بدولت نعمتِ ایمانیہ سے مشرف ہیں ۔ مودۃ القربی جیسی  
۶ شاعرِ عظیم سے مالا مال ہیں ۔ ہمارے اسلام و ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ہم محمد و  
۷ آلہ علیہم السلام کی خوشی سے چھوڑے نہ سمائیں ۔ ان کی غیبتِ ناکی کے ابتلاخ میں ناراض  
۸ ہوں ۔ اُن کے غم کو اپنے کلام پر ترجیح دیں ۔ ہمارا ماتم کرنا اور عزاداری کی دیگر رسوم  
۹ کو بھلا کر اس بنیادی تقاضے کے ماتحت ہے کہ محبوب کی خوشی میں خوشی مناتے ہیں  
۱۰ اور اس کے غم میں غم کا مظاہرہ کرتے ہیں ۔

۱۱ ہم سچے کرایمان لائے ہوئے اندھے گونگے بہرے نہیں ہیں ۔ بلکہ ہم نے  
۱۲ اسلام کو عقلاً فطرت سے ہم آہنگ پایا ہے ۔ ہمارا اسلام دینِ فطرت ہے ۔ اور  
۱۳ فطرتِ انسانیہ تو رسی ایک طرف ، کائنات کی ہر شے (جاندار و غیر جاندار)  
۱۴ عالمِ مصیبت میں غمگین دکھائی دیتی ہے ۔ غم و اندوہ کے مواقع پر انسان تو غموں میں ہی  
۱۵ جاتو ہے اور اشکِ روفانی بھی ہوتی ہے ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہابیل کے غموں کا حق  
۱۶ میں پہاڑ کے پتھر کے آنسو جاری ہوئے ۔ آج بھی دمشق میں پتھر کی روتی ہوئی آنکھ  
۱۷ موجود ہے ۔ بنی آدم کا نوحہ و فریاد تو عام مشاہدہ میں ہے لیکن ہم دیکھ سکتے ہیں کہ  
۱۸ پرندے بھی مقاماتِ مرگ میں آہ و فغاں کرتے ہیں ۔ سانحہ پٹر پٹال پر ہمیں گلیاں و بازار



بھی سونے دکھائی دیتے ہیں۔ فضائل پر سناٹے طاری ہو جاتے ہیں اور یہ تمام امور شہادت و کیفیتِ غم کے مطابق رونما ہوتے ہیں۔ جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا غم ہوتا ہے۔ پس جس قدر غم ہوتا ہے اسی اعتبار سے اظہارِ غم بھی کرتے ہیں۔ ہم عشقِ حقیقی کے امتحانوں سے واقف ہیں اور ہمارے نزدیک ان امتحانوں کا اعزاز ہی اسناد کے ساتھ پاس کر چکے ہیں۔ ہم وہ لذت جانتے ہیں جو اپنے محبوب کے غم نصیب ہوتی ہے۔ لہذا ماتم کر کے جو مزا آتا ہے وہ غیر درِ آشنائے تصور میں بھی ہو سکتا۔

کارخانہ ہستی کے تمام معاملات اضافت و اعتبارات پر قائم ہیں۔ نسبت ہی۔ عزت و عظمت و محبت کے مراتب میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ لہذا ماتم حسین جو عزت و کی اہم رسم ہے۔ اسے بجا لا کر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ غم ہوتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ حضورؐ اپنے خواہ کی زندگی ہی میں محض خیر شہادت پر محزون ہو گئے۔ ہم ماتم اس لئے کرتے ہیں کہ تاملان حسین اور اس کے ہمدرد و رفقا ہمیشہ ہی رہ جائے۔ رہے ہیں تذکرہ شہادت حسینؑ جو جاتے مگر اللہ کا وعدہ ہے یہ ذکر ہمیشہ جاری رہے۔ لہذا ماتم ہی ایک ایسا ذریعہ تبلیغ ہے جو ظالم و مظلوم میں امتیاز پیدا کرتا ہے مظلوم کے محبت و ہمدردی کے جذبات کو پیدا کرتا ہے اور ظالموں کے غلامان نفرت و حقارت؟ اضافہ کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے ماتم کے مخالفین اس کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ قاضی مظہر حسین صاحب ہم ماتم کیوں نہیں کرتے کے مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

”موجہ ماتم“ جگر گوشہ قبولِ نواسہ رسول۔ جو امانِ جنت کے سردار حضرت امام حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتِ کربلا کی بنیاد پر ہر سال مائیں ٹولہ حبسِ طرہ

مجلسِ ماتم برپا کرتا ہے اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔

سیاہ کپڑے پہننا زبان سے ملے حسین ملے حسین پکارتے ہوئے منہ پٹینا مسیز کوئی کرنا۔ زنجیروں اور پھیلوں سے اپنے سینوں کو بھونہا کرنا (اور جو ان زنجیروں کی تاب نہ لا کر جئے اس کو شہید قرار دینا) تابوت۔ تعزیر اور دلیل (ذوالجناح) کا جلوس نکالنا وغیرہ۔

اس قسم کے مروجہ ماتم کو عبادت ماننے والوں پر یہ لازم تھا کہ قرآن شریف حدیث خریف سیرۃ انبیاء اور سیرت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماتم کی مروجہ شکل و صورت کو ثابت کرتے لیکن جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان سے تو یہ ماتم کس طرح بھی ثابت نہیں ہوتا پھر خدا جانے شا کر صاحبِ تعلیم یافتہ ہو کر اس بے بنیاد اور انتہائی غیر موزوں رسالہ کو کیونکر موزوں قرار دے رہے ہیں۔ بہر حال مذکورہ دلائل کا نمبر وار جواب حسبِ ذیل ہے:

قاضی صاحب کے اس مطالبہ کو آئندہ صفحات میں پورا کر دیا جائے گا۔ پہلے ہم ذاکر غلام عباس صاحب کے دلائل پر قاضی جی کا جوابی تبصرہ نقل کر کے اپنے معروضات پیش کرتے ہیں۔

## دلیل نمبر ۱

اللہ تعالیٰ قرآن مجید پارہ ۱۳ سورہ یوسف ۸۴ میں فرماتا ہے ”اور اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا اے انیس یوسف پر اور غم و اندوہ کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں“ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق کے غم میں رو رو کر اپنی آنکھیں سفید کر دیں۔ حالانکہ آپؑ نبی تھے اور جانتے تھے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کو پسند فرمایا۔ دوسری طرف حضرت یوسفؑ بھی اس بات کو جانتے تھے اور انہوں نے اپنی ٹہنی



روانہ کی جس کو حضرت یعقوبؑ نے اپنے چہرہ مبارک پر ملا تو انہیں دوبارہ نظر حاصل ہو گئی۔

(ہم ماتم کیوں کرتے ہیں ص ۳۲)

وَاَبْيَضَّتْ عَيْنَاكَ مِنَ الْحُزَنِ فَحَسْبُكَ نَفْسُكَ (القرآن)

اور آپ کی آنکھیں حُزُن (غم) سے سفید ہو گئیں۔ پس وہ غم کو اپنے اندر روکے والے تھے۔

ماتمی رسا میں قصہ کفلیم کا ترجمہ اسی لئے چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس سے مان کر ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ کفلیم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں بہت صدمہ ہو لیکن صبر کی وجہ سے وہ اس کا اظہار نہ کر سکے اور یہی وہ صبر جمیل ہے جس کا اعلا آپ نے اس وقت کیا تھا جب بھائیوں نے یہ جھوٹی خبر دی تھی کہ یوسفؑ کو بھگایا ہے۔

(۲) آیت میں نہ منہ پٹینے کا لفظ ہے نہ سینہ کو بی اور ماتم کا بلکہ صرف حُزُن لفظ ہے جس کا معنی صدمہ غم و اندوہ ہے۔

(۳) حضرت یوسفؑ کے فراق کا صدمہ حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کو مسلسل رہا لیکن جب دور فراق ختم ہوا اور آپ کو حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے تخت مصر پر پہنچنے کی اِشَارَت ملی تو پھر آپ کا غم بھی جاتا رہا اور آنکھوں کی روشنی بھی واپس لوٹ آئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب تک کسی محبوب کی مصیبت باقی ہو اس کا صدمہ ملاحق رہے لیکن صبر کے غلات کوئی حرکت نہ کرے تو یہ غصہ راجحہ غم و اندوہ گناہ نہیں اور جب وہ مصیبت ختم ہو جائے تو پھر غم بھی ختم ہو جاتا ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقام اور آپ کے اعزہ و احباب پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ وقتی تھی شہادتِ کلا و جہ پانے کے بعد جب آپ کو جنت ملی تو پہلی مصیبت ختم ہو گئی۔

اب شہداء کے کربلا کی روحوں کو حسبِ کرات قرآنی جنت کا رزق ملتا ہے۔ اور وہ وہاں خوش ہیں تو اب رونے اور ماتم کرنے کا کیا موقع ہے۔ ہم تو حضرت یعقوبؑ علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں کہ جب تک آپ مصیبت میں مبتلا تھے اس وقت بھی صبر کیا اور جب حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے بلند مقام کی اِشَارَت ملی تو پہلا غم بھی بالکل ختم ہو گیا۔ مصر کے تخت سے جنت کا مقام تو اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ کیا ماتمیوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے اور وہاں خوشی ملنے کا یقین نہیں ہے۔ اور اب بھلا یہی کہتے ہیں کہ جنت میں بھی وہ مصیبت میں ہیں۔

(۴) حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو مصر کی سلطنت ملنے کے بعد بھی کیا حضرت یعقوبؑ علیہ السلام نے اس گدڑی ہوئی مصیبت کی یاد گار میں برسال غم کی مجلس منعقد کی تھی؟

(۵) حضرت حسینؑ کے لئے ساتھ کربلا ایک بہت بڑا ایمانی امتحان تھا۔ جس میں آپ اعلیٰ نبیوں میں پاس ہوئے تو اب واہ واہ حسین امام کربلا کی شان کے مناسب ہے یا ہائے حسین بلے حسین۔ جو انعام عالی مقام کو پاس بھگتا ہے وہ واہ واہ کرے اور جو نوموذ باللہ ذلیل بھگتا ہے وہ ہائے ہائے کرتا رہے۔

”نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی“

(۶) پاکستان میں کتنے ماتمی ایسے ہیں جو امام حسینؑ کے غم میں اندھے ہوئے ہیں؟

## جواب الجواب دلیل نمبر ۱

۱۔ آنحضرتؐ و اصف حسین صاحب نقویؒ نے ”تلاخ الکونین فی عزرا الحین“

میں قاضی صاحب کو بڑا عمدہ جواب دیا ہے اور میرا بھی یہی جواب چاہتا ہے کہ اُسی کو دُعا ہو۔ آنحضرتؐ کو یہ کہیں کہ یہ قاضی صاحب کی غلط فہمی ہے کہ کھو کفلیم کا ترجمہ نہ کر فلام عباس صاحب نے اس لئے ترک کر دیا کہ اس سے ماتم



نہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ بے شک کفیلہ کے معنی غم و غصہ کو منبسط کرنے والا ہیں مگر قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب نے اس غم کو دور نہیں کیا تھا۔ وہ ہمیشہ غم اور آنکھوں سے اس بدالی کا اظہار کرتے رہے۔ چنانچہ تاحی جی کے ہم مسلک مولوی اشرف علی تھانوی فہو کفیلہ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ یعقوب غم سے جی ہی جی میں گھٹا کرتے تھے۔ یہی ترجمہ حقیقت پر مبنی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس کی تصریح کرتا ہے۔ بلادران یوسف کی اپنے باپ سے گفتگو کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے کہ "بذہ معلوم ہوتا ہے کہ تم سارے سدا یوسف کی یادگاری میں گئے رہو گے" یہاں تک کہ کھل کھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل ہی مر جاؤ گے۔

(ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی)

قرآن مجید میں محفوظ یہ کلام ثابت کرتا ہے کہ حضرت یعقوب اس درجہ سوگوار تھے کہ شہت غم و گم کی بیٹوں کو باپ کی ہلاکت کا خطرہ لاحق تھا حضرت یعقوب کا حزن و ملال رنجی و الم اس پر دال ہے کہ آپ کا یہ غم بطور نذر تھا جو باور پذیر کیا جاتا ہے۔ یا سنی غلی یوسف۔ یا سنی غلی یوسف پر! جب بیٹوں نے آپ کی عزاداری پر اعتراض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"

پس از روئے قرآن ہی ثابت ہے کہ حضرت یعقوب نے اس قدر گریہ کیا کہ روتے روتے آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور قریب ہلاکت ہو گئے۔ اب قابل غور امر ہے کہ اس شہت اظہار سوگواری کے اللہ تعالیٰ نے یعقوب کی اس عزاداری کو صبر جمیل فرمایا۔ لہذا یہ خیال قرآن کے برخلاف ثابت ہوا کہ اظہار غم میں سوگوار ہونا یعنی عزاداری کرنا صبر کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رونے و صوفے سے یعقوب کو کبھی بھی منع نہ کیا۔ لہذا تا مانی صاحب کا یہ خیال قطعاً خلاف قرآن و کتبہ الکریم کے معنی اس شخص کے ہیں جو دل کے صدمہ کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ

اس کے معنی ضبط و برداشت کرنے کے ہیں جس سے عزاداری کا مفہوم متاثر نہیں ہوتا ہے۔

اس قصہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یعقوب کے غم کا باعث قبضے والے ہی آپ کی عزاداری پر مستمرن ہوتے تھے لہذا غور فرمائیں اب عزاداری کے مخالفین کا شمار کس جماعت میں کیا جاسکتا ہے؟

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تفسیری حاشیہ

کسی مصیبت پر رونا اور مغموم و محزون ہونا صبر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس لئے کہ یہ مقتضیات بشریت

ہے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو آئے۔ انہیں بے ہوش پا کر روئے۔ حاضرین حضور کے رونے سے رو پڑے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اشک چشم و حزن دل پر عذاب نہیں کرتا یعنی شکایت و کلمات خلاف سے نوحہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔ (مترجم قرآن مجید مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ ملک دین محمد انڈسٹریز لاہور ص ۳۹)

معبر کے معنی اہل سنتہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی زبان سے آیت ۸۶ کی تفسیر کے حاشیہ

میں صبر کے معنی حضرت یعقوب کے نزدیک یوں لکھتے ہیں کہ جب ان کے بیٹوں نے باپ کی عزاداری پر اعتراض کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ:-

"یعنی تم کیا مجھ کو صبر سکھاؤ گے لیکن بے صبر وہ ہے جو خلق کے آگے شکایت کرے خالق کی تو میں تو اس سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد تک پہنچ کر بس ہو۔" (مترجم قرآن مجید مولوی تھانوی حوالہ مذکور)



## مولوی شبیر احمد عثمانی کی تفسیر

جید عالم مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی اس  
واقعہ کی تفسیر میں حاشیہ لکھتے ہیں کہ "نیا زخم  
کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ اور بے اختیار پکار  
اٹھے یا سَفَنَّا عَلٰی یُوسُفَ۔ ہائے افسوس یوسف پر!"

اب ایمان سے فیصلہ کیا جائے کہ جب مخالفین یا وحشیہ پر پابندی لگانے  
کی کوشش کرتے ہیں اور ذکر حسین کرنے پر اعتراض کرتے ہیں تو حسین کے  
حُبداروں کا پرانا زخم ہرا ہوتا ہے یا نہیں۔ پس اگر ہم یا حسین "ہائے حسین"  
منظوم حسین کبہہ کراچے غم کا اظہار کرتے ہیں تو یہ اتباع سنت یعقوب ہے۔  
اور اس کی مخالفت نبی برحق کی سنت کی مخالفت ہے لہذا مخالف سنت کو اہل سنت  
کھلمہ انے کا حق حاصل نہیں ہے۔

## لفظ "حُزْن" کی تشریح

تو معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کے دامن میں ماتم کا ایک بحر بیکراں موجزن ہے  
جس میں آہ و فغاں، نالہ و فریاد، گریہ و ماتم سب کچھ ہے۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام  
کا حزن جسے آپ معمولی غم و اندرہ کبہہ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔ لگاؤ قرآن میں  
اس قدر غیر معمولی اور شدید تھا کہ اس غم میں پنخیر کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اللہ کا  
نبی قریب المرگ ہو گیا۔ عزاداری کی ایسی انتہائی کیفیت بیان کرنے کے بعد ماتم،  
سلیز زنی و غیرہ کا تذکرہ بلاغت کلام کے منافی ہو جائے کیونکہ جب کہا جائے کہ جانوں  
کو کھانا پیش کیا گیا اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔ تو اس سے مطلب یہ ہو گا کہ  
کھانا و ستر بخوان پر چننا گیا۔ خورد و نوش کے لوازمات سامنے رکھے گئے۔ پانی پیش کیا  
گیا۔ بہانوں نے حسب آداب تناول کیا اور میزبانوں نے قواعد کے موافق اہتمام کیا۔  
اس پورے بندوبست کی تمام اضافی کیفیات نظر انداز کر کے محض کھانا کھالینا از خود  
یعنی پیدا کردہ تمام مطلوبہ معادین افعال سرزد ہونے کے بعد ایک مجموعہ افعال فعل

بھیانا وجود میں آیا۔ پس جب خدا نے یعقوب کے صدمے کی اتنی شدت بیان کی کہ اُن  
کی ہلاکت کا اندیشہ پیدا ہونے لگا تو پھر ماتم و سلیز کو نبی جیسے کثیر افعال کے بیان کی  
ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ لہذا حضرت یعقوب کی عزاداری کے مقابلہ میں ہمارا ماتم کر لینا  
کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی برحق معصوم کا ایک نبی زادہ کے غم  
میں ماتم کرنا اس امر کے جواز کی دلیل ہے کہ آہ و فغاں اگر یہ دیکھا کرنا حضرت یعقوب  
کی سنت ہے مذموم فعل نہیں۔

واضح ہو کر تاملی صاحب نے خود ماتم کے مفہوم میں ہائے حسین پکارنے اور سلیز زنی  
و سیاہ پوشی وغیرہ کو معادین ماتم و عزاداری تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح تاملی صاحب یہ بھی  
لکھتے ہیں کہ جب تک کسی محبوب کی مصیبت باقی ہو اور اس کا سد مد لاحق رہے لیکن  
میرے خلاف کوئی حرکت نہ کرے تو یہ غیر اختیاری غم و اندرہ گناہ نہیں۔

لہذا ہم کہتے ہیں کہ عزاداری حرام نہیں ہے اور چونکہ اہل بیت رسول ہائے محبوب ہیں  
اور ان پر مصیبت باقی ہے ان کی زندگیوں پر مصائب ہیں اور بعد میں لوگوں نے اُن کے  
نام لینے اور غم کرنے کو حرام قرار دے کر اُن کو درج و صدمہ پہنچایا جو ابھی تک جاری  
ہے لہذا ہمارا حُزْن و غم ہونا ہرگز گناہ میں شمار نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کی شان اور حق  
کا بول بالا ہے کہ تاملی جیسے کثیر مخالف عزاداری نے اعتراف جواز کو سپرد قلم کر دیا۔

## ۳۔ وقتی صدمہ

بے شک شہدائے کربلا نے وقتی طور پر مصائب اٹھائے اور  
بعد میں جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے لیکن یہ خیال  
کہ ان کے مصائب پر اب سو گوار ہونا درست نہیں قطعاً باطل ہے۔ اس لئے کہ سنت  
صلوات کا یہ ہے کہ آپ اس سانچے پر طلال کے وجود میں آنے سے قبل ہی عزادار چو  
رہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کے باب مناقب اہل بیت میں ہے کہ

"ام الفضل زوچ حضرت عباسؑ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول خداؐ کی خدمت  
میں امام حسینؑ کو جبکہ وہ ایک دن کے تھے مگر حاضر ہوئی اور حسینؑ کو حضورؐ کی گود



میں دیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ میں نے عرض کیا حضور گریہ کریں کیسے فرمایا نہیں ہے۔ پاس جبریل آئے اور انہوں نے خبر دی کہ میری امت میں اس بچے کو قتل کر دے گی۔

**عزادار امت** | اس طرح ملاحسین واعظ کاشفی اپنی کتاب روضۃ الشہداء میں روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ:-

”ام الفضل کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ”اے فاطمہ! یہ حادثہ حسینؑ کے بچپن میں ہو گا بلکہ اس وقت ہو گا جبکہ وہ میں ہوں گا اور دم ہو گی نہ علیؑ ہوں گے اور نہ حسنؑ۔ یہ سن کر جناب سیدہ بے حد بے تاب ہوئیں اور کہا۔ اے مظلوم پسر! اے بکس فرزند جبکہ اس وقت تیرے جد پدری، مادر و برادر نہ ہوں گے تو کون ہو گا جو اس وقت تیری مصیبت کی تعزیت بجالائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ ہاتھ نے آواز دی حسینؑ کا ماتم مصیبت زدگان امت قیامت تک برپا رکھیں گے اور ہر سال جب وہ وقت آئے گا جس میں حسینؑ شہید ہوں گے تو وہ تعزیت حسینؑ کو تازہ کیا کریں گے اور شرط مصیبت کو بکالایا کریں گے۔“

اب صاحبان انصاف فیصلہ فرمائیں وہ امت کا کون سا فرد ہے جو ہر سال تعزیت حسینؑ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ کیا یہ وہی مائیں ٹولہ نہیں جو شرط مصیبت بجالاتا ہے جس کی مخالفت کر کے آپ سیدہ مظلومہ کی دلائل اڑی کرنے کی جرات کرتے ہیں۔

پس امام حسینؑ کی دنیوی زندگی میں رسول کریمؐ کا سانچہ والہ اور گریہ و بکا اس امر کی تین دلیل ہے کہ حضورؐ امام مظلوم کی شہادت سے مابعد کی وہ حیات جس کو ہم اور آپ سمجھ ہی نہیں سکتے حسینؑ پر گریہ و بکا، نوحہ اور ماتم کرنا حرام نہیں بلکہ سنت رسولؐ ہے۔ سنت نبویؐ کو ناجائز اور حرام کہنا کسی بھی دعویدار اہل سنت کو زیب نہیں دیتا ہے۔

۴۔ یادگار عظم | یہ انسانی فطرت ہے کہ ایام مصیبت گزر جانے کے بعد بھی جب انسان کو گزری مصیبت یاد آتی ہے تو اسے حزن عمیق

ہوتا ہے۔ اور اکثر اپنے احباب و رفقاء کے سامنے اس پر ملال واقعہ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ اسی فطری تقاضے کے تحت دنیا والے اپنے غزا و اتر یا دینی و دنیوی راہنماؤں اور بزرگوں کے ایام مناتے ہیں۔ آج کے دور جدید میں بین الاقوامی سطح پر ایسے دن منائے جاتے ہیں۔ مثلاً یکم مئی کو یوم مئی مناکر شکاگو کے محنت کشوں پر ظلم کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی کا دن صرت گھر والے یا خویش و اقارب مناتے ہیں کسی کا صرت اس کے پیروکار اور کسی کا ساری دنیا۔ اسی فطری تقاضے کے پیش نظر جب حضرت یوسفؑ کی جدائی والادن آتا ہو گا یا کبھی حضرت یعقوبؑ کی نظر شجرۃ الوداع پر پڑتی ہو گی تو یعقوبؑ کو ضرور اپنی مصیبت یاد آتی ہو گی۔ ایک عام درخت کہ جہاں سے یوسفؑ کو وداع کیا گیا تھا گا اس قدر مشہور ہو گا کہ اس کا نام ہی شجرۃ الوداع ہو گیا۔ اگر یادگار نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ جب ہزاروں سال بیت جانے کے بعد شجرۃ الوداع کا نام آتے ہی تعزیت یوسفؑ کے نقوش ذہن پر ابھر آتے ہیں تو کیا جب بھی یعقوبؑ اس کو دیکھتے ہوں گے تو وہ اپنی مصیبت کو یاد نہ کرتے ہوں گے۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے بہر حال فطرت اس کی تائید کرنے پر مجبور ہے۔

**شہدائے ہر سال یاد منانا سنت رسولؐ بھی ہے اور طریق اصحابؓ**

**مثلاً یہ بھی ہے۔**

”حذرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ”نبی سلی اللہ علیہ وسلم شہدائے ہر سال تشریف لاتے تھے۔ جب پہاڑ کے درہ پہنچتے تو (شہیدوں کو مطالب کرتے) فرماتے (السلام علیکم۔ بما صبرتم۔ یعنی تمہارے صبر کے باعث تم پر سلامتی ہو۔ اور اس کے انجام میں تم بہت عمدہ مقام پر پہنچے ہو۔ پھر نبی مسلم کے بعد حضرت ابوہریرہؓ بھی (ہر سال) آتے تھے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کا کام بھی یہی تھا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔“



(البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۷۷ مطبوعہ بیروت)

قاسمی صاحب تو حضرت یعقوب کے بارے میں ہرسال یادگار منانے کا سوال کرتے ہیں جبکہ حضرت یوسفؑ بظاہر شہید نہ ہوئے بلکہ زندہ مل گئے۔ مگر یہاں اشرف الانبیاءؑ، شہنشاہ اکبرؑ، فاروق اعظمؑ اور ذوالنورینؑ جیسی بڑی ہستیاں ہرسال شہدائے احد کی یاد مناتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مگر دیکھنے کے لئے آنکھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح حضورؐ اور خلفائے اہلسنت جلوس کی شکل میں ہرسال شہداء کی قبروں پر جلتے تھے۔ اسی طرح ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ ہرسال ایام محرم میں کربلا معلیٰ جاکر سید الشہداءؑ اور اُن کے اصحاب کی زیارت کے لئے جائیں۔ اس خواہش کی تکمیل ہم قاسمی جلوس نکال کر حسب استطاعت گریہ و ماتم سے اُن عاشقانِ حقیقی کو سلام اور نذرانہ پیش کرتے ہیں اس لئے کہ اگر کوئی اچھا کام پورا نہ ہو سکے تو کم سے کم اس کا جس قدر بھی ہو سکے کر لینا بہتر ہے۔ اب اگر اس اچھائی کو کوئی اچھا نہ جانے تو اس کا سبب غرضِ خداؤ حسینؑ اور یحییٰؑ رسولِ آبی ہو سکتا ہے۔

## ہائے حسینؑ یا واہ حسینؑ

۵۔ بلاشبہ امام حسینؑ نے کربلا کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور اس کامیابی پر انہیں واہ حسینؑ کہنا پڑتا ہے۔ لیکن جس ایثار و قربانی اور محنت کے عوض آپ کو یہ کامیابی حاصل ہوئی وہ معلوم کر کے ہائے حسینؑ بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے۔ اور یہ تقاضائے بشریت ہے کہ کسی کارنامہ کے سرانجام دینے پر شخص کامران کو پیش آنے والے خدمات پر انفوس کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اس کی طغریابی پر اُسے ہرگز تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ ہماری عزاداری بیک وقت دونوں تقاضے پورے کرتی ہے۔ ایک طرف کامیابی پر داد و تحسین کے حقوق ادا کرتی ہے تو دوسری جانب آلام و مصائب پر تعزیت کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

بنی نوع انسان کا ہر طبقہ اس سے عملاً اتفاق کرتا ہے کہ جب کوئی بھی شخص کسی فلاحی مقصد کے لئے جان جو کھوں میں ڈال کر کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کے حیلے ہوئے مصائب و صعوبات کو یاد رکھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنی جان پر کھیل کر اپنے نیک مقصد میں کامران ہوتا ہے تو اس کے ایثار جانی کو ناقابلِ تلاقی نقصان قرار دیا جاتا ہے۔ اور انبیا و تعزیت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا ہے۔ اس غم گساری اور ماتم داری سے نہ ہی اس کی کامیابی پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی سوگواروں پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ غمزدہ ہونے کی وجہ سے اس کی حاصل کردہ کامیابی پر ناخوش ہیں۔ پاکستان میں ۱۹۷۱ء کی جنگ اور اس کے سانحہ میں پاک افواج کے جن بہادر جوانوں نے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمائے اُن کو جی بھر کر قوم نے نذرانہ سلام پیش کیا۔ مگر ہم نے خودی۔ وی پر دیکھا کہ اُن کے لواحقین کے آنسو بہہ رہے تھے اور شکلیں مغموم تھیں۔ اسی طرح ملکی اخبارات نے اگر اُن کی شجاعت کو واہ واہ کہہ کر داد و تحسین دی تو اُن کے بچے جانے پر ہائے آنسو بھی کہا۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس سے انکار محض ہٹھکھٹا ہوگا۔

اہل سنت حضرات اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا۔ لہذا اصحاب کو چاہیے تھا کہ اُن کے مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کی خوشی میں اظہارِ مسرت کرتے مگر راوی کہتا ہے کہ ”جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی تو لوگوں پر اتنا غم طاری ہوا کہ انہوں نے کہنا پینا چھوڑ دیا۔“ جناب عباس (بن عبدالمطلب) نے کہا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابو بکرؓ کی موت ایک مصیبت تھی۔ لیکن جس طرح ہم ان کے انتقال کے بعد بھی کھاتے پیتے رہے اسی طرح عمرؓ کی وفات کے بعد بھی کھائیں گے۔ پھر انہوں نے خود بھی کھایا



(تاریخ بغداد جلد ۱۲ ص ۳۵۷)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اصحاب نے غم کے موقعوں پر ملول ہو کر کھانا پینا تک ترک کر کے سوگاری کی اور حضرت عمر کے انتقال پر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے لوگوں کو کھانے پینے کی طرف رغبت دلائی۔ اسی طرح اصحاب نے وفات عمر پر جن بھی کئے جیسے کہ مشہور علامہ المحدث مولوی وحید الزمان حیدر آبادی نے تحریر کیا ہے کہ:-

”قال اولى القرني بعد وفات عمر يا عمرا يا عمرا“ یعنی حضرت عمر کی وفات کے بعد (عاشق رسول) خواجہ اویس قرنیؓ نے یا عمرا یعنی ہائے عمر ہائے عمر کہے کر بہ کرہین کئے۔

(ہدیۃ المہدی جلد ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دہلی)

اگر معتزلی کے نظریہ کے مطابق شہید کے لئے ہائے کی بجائے صرر واہ کہنا درست ہے تو پھر حضرت اویسؓ نے اس کا لحاظ کیوں نہ رکھا۔ کیا حضرت اویسؓ یادگیر اصحاب و تابعین حضرت عمرؓ کو امتحان میں ذیل سمجھ رہے تھے یا ان کی نگاہ و پسند کا تصور تھا؟

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے دنبذبح ہوا۔ باپ بیٹا امتحان میں کامیابی کی سند حاصل کر کے گھر لوٹے مگر حضرت حاجزہ کو جب یہ سارا معاملہ معلوم ہوا تو جیسے ہی بیٹے کے گلے کا وہ مقام دیکھا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے چھری رکھتی تھی تو ماں کے دل پر چھری چل گئی۔ محض یہ خیال آتے ہی کہ اگر یہ چھری سچ چچ چل جاتی تو پھر کیا ہوتا غشش کھا کر گر گئیں اور مفسرین کے بیان کے مطابق اسی صدمہ سے گھٹ گھٹ کر اس جہان فانی سے کوچ فرما گئیں۔

اگر آپ کا من گھڑت خیال درست ہے تو بی بی صاحبہ کو تو دوسری خوشی منانا چاہیے تھی ایک جان بچنے کی دوسری امتحان میں کامیابی کی لہذا حضرت حاجزہ

ہو واہ اسماعیل واہ اسماعیل کہتے کہتے پھولا نہیں سمانا چاہیے تھا۔ مگر وہ ماں تھیں دشمن نہیں۔ جو بیٹے کی تکلیف سُن کر خوش ہوتی۔ پس آپ بڑے شوق سے واہ واہ کریں لیکن مظلوم نے خاطر رکھیں کہ محبوب کی مصیبت سُن کر یاد دیکھ کر عجب کو تو رنج و صدمہ پہنچتا ہے اور دشمن کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی کے دل میں حسین علیہ السلام کی محبت ہوگی وہ تو اُن کی مظلومیت پر خون کے آنسو بہائے گا مگر سنگدل دشمن واہ واہ کر کے اس ظلم کو دادِ شجاعت دے گا۔

**خبر شہادت پر مسرور ہونا چاہیے یا مغموم؟**

اس سوال کا جواب خواجہ حسن نظامی مرحوم نے بڑے جامع و معقول انداز میں دیا ہے۔ جناب مصوّر فطرت تحریر کرتے ہیں کہ:-

ایک نہایت باریک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شہادت مفید اور ضروری شے ہے تو اس کے سبب ماتم کیوں کیا جاتا ہے؟ علیٰ گئی اور افسوس کو اس سے کیا تعلق۔ آہ دہکا کا اس سے کیا سروکار؟ مگر یہ کچھ ایسی بات نہیں جس کا جواب نہ ہو سکے جو چیز شہید ہو رہی ہے اس کو تو اپنی موت کا کوئی افسوس اور غم نہیں ہوتا وہ بے پرواہی اور اطمینان سے اپنی ہستی کو مٹانے پر آمادہ ہوتی ہے۔ مگر دوسروں کے دل پر اس کی چوٹ لگنا فطری امر ہے۔ بشرطیکہ ان کے دلوں میں آدمیت کی حسرت اور آدمیت کا مادہ بھی ہو۔

(ماخوذ از رسالہ ”شہید کو بلا“ مرتبہ ابراہیم احمد صدیقی)

جس کے دل میں آدمیت کی حسرت اور انسانیت کا مادہ ہو گا یقیناً اس پر چوٹ لگے گی اور ہائے حسین کہہ اُٹھے گا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جتنے غزوات ہوئے ان میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ جو سب کے سب اپنے اپنے مراتب و مقامات پر امتحان میں پاس ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سید الشہداء ہیں ان کو خصوصی سند ملی۔ لیکن کسی جگہ یہ معلوم نہیں ہو سکا سرکارِ دہ عالم نے کسی شہید کی شہادت پر رشتہ و شادمانی



کا اظہار فرمایا جو۔ یا واہ واہ کی ہو۔ حالانکہ اگر یہ من گھڑت خیال درست ہوتا، تو جناب سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تو رسول کو واہ واہ کے واشگافانہ نعرے بلند کرنے چاہیے تھے، لیکن کتب میں اس کے برعکس مرقوم ہے کہ آپ حضرت حمزہ کی شہادت پر خود روئے، بین کئے اور نوحہ و ملامت کرنے والی عورتوں کو مدعو کیا اور ان رونے والیوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ ملاحظہ کریں سیرۃ النبیؐ استیعاب جلد ۱ ص ۲۴۵، معارض النبوة رکن ۱ باب ۱ ص ۱۲ وغیرہ۔

پس شہید کے مصائب پر ماتم برپا کرنا یعنی "ہائے حسین" کہنا عین سنت رسولؐ اس کے برعکس شہادت پر خوشیاں منانا اور واہ حسین" کہہ کہہ کر منظم کو چھپانا سنت رسولؐ سے ثابت نہیں ہے۔

**اندھا کیا جانے بسنت کی بہار!**

۱۔ میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ غم حسین میں پر غلوں گریہ زاری ناہیے کو مینا کرتا ہے۔ یہ محض عقیدت نہیں بلکہ آزمودہ نسخہ ہے۔ معتبر گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ لاہور کی کر بلا گائے شاہ میں ایک اندھا غزاوار چند ٹھوں میں آہ و زاری اور ماتم زنی کرتے ہوئے شفا پا گیا۔ اس نے حسین مظلوم کے وسیلے سے بارگاہ الہی میں مناجات کی اور کھوئی ہوئی بصارت حاصل کر گیا۔ لیکن قاضی جی پوچھتے ہیں کہ پاکستان میں کتنے ماتمی ایسے ہیں جو حسینؑ کے غم میں اندھے ہوئے۔ میرا جواب یہ ہے کہ حسینؑ کا غم اندھوں کو روشنی دیتا ہے۔ جس طرح یوسفؑ کے کرتے نے یعقوبؑ کی آنکھوں کی روشنی بٹائی تھی اس طرح حسینؑ کے جرنیل علیؑ کے لال عباسؑ علیہ السلام کے علم کا پیرا اپنے شیعوں کی بصارت کے لئے حفظ ماتقدم کا کام کرتا ہے۔ تاہم جن عقیدوں نے محض زیارت کے لئے اپنے اعضا کٹوائے، تن و سن کی بازی لگادی، ان کے سامنے آنکھیں مفید کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ دعائے مادر حسینؑ کی برکت ہے کہ اس کے نزدیک مصیبت میں بہائے گئے اشک جنت کے موتیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں

اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بشری اعتبار سے اگر کسی غزاوار کو عارضہ لاحق ہو جس سے اس کی باطنی بصیرت اس قدر قوی ہوتی ہے کہ مخالفت کی ظاہری بصارت اس کے سامنے چنڈھیا جاتی ہے۔

مشہور ناقد نادر شاہ دُرّانی جب فتویٰ نبی کے بعد اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے روضہ اقدس پر زیارت پڑھنے کے لئے آتا ہے تو اسے در حرم پر ایک ناپائیدار مسئلہ دکھائی دیتا ہے۔ نادر شاہ حکم دیتا ہے کہ اگر یہ اندھا میری حامی می سے واپس آئے تک بیٹا نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ وہ گدا اگر جب نادر شاہی فرمان سنتا ہے تو اس کے پیروں تلے زمین نکل جاتی ہے۔ جان کے لالے پڑتے ہیں تو حسینؑ کے والد کو قتل کشتی کے لئے پورے یقین و گریہ زاری اور حضور و خورشع سے پکارتا ہے دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ آہ بارگاہ تک رسائی پاتی ہے۔

نادر کے ٹوٹنے سے قبل اندھے فقیر کی بینائی پلٹ آتی ہے۔ جب نادر شاہ یہ اعجاز دیکھتا ہے تو اظہار مسرت سے مجھوم اٹھتا ہے اور مسائل کی جھولی بھرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

شہید خوش قسمت سے دیکھنے والی آنکھیں رکھتے ہیں۔ ہائے حسینؑ محمدؐ کو چشم نظام کو جو کسین حاصل ہوتی ہے اس کا ادراک کو چشم اور بد نظر کو بھی نہیں سکتا ہے۔ خدا کی قسم! ہائے حسینؑ، واہ حسینؑ کے پکڑے نکل کر حسینؑ کے غم میں ایک ہی آنسو بہا کر جنت خریدی جاسکتی ہے۔ کیونکہ محبت اہل بیت میں بہایا ہوا ایک اشک غم دنیا و آخرت کے غموں سے نجات دینے کا ضامن بن جاتا ہے۔

## دلیل نمبر ۲

القرآن پارہ نمبر ۱ سورۃ المائدہ آیت ۸۳ "اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو رسول کی طرف اتارا گیا تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔"



ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزدیک رونا عارفین کا فعل ہے اور فعل حسن ہے۔ قرآن کے نزدیک آنکھوں سے آنسو جاری ہونا حق کو پہچاننے کی علامت ہے۔

### قاضی منظر صاحب کا جواب

حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ مدینہ شریف پہنچے تھے۔ اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انہوں نے قرآن مجید سنا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ مسلمان ہو گئے۔ یہاں تو صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی قرآن سننے پر۔ اس کو تمہارے ماتم کیا تعلق ہے؟

(۲) اگر مائتوں کے نزدیک اس آیت کا مطلب ماتم کرنا ہے تو پھر قرآن سننے پر ماتم کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ صحیح کلمہ عطا فرمائے۔

### ہمارا جواب

قطع نظر اس بات کے کہ قاضی صاحب کا بیان غلط غلط واقعہ ہے کہ یہ آیت ان عیسائیوں کے حق میں نازل ہوئی جو ہمیشہ سے مدینہ آئے حالانکہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی تفہیم موضح القرآن میں اس کی تفسیر اس طرح لکھتے ہیں کہ:-

"مکے میں کافروں نے جب مسلمانوں پر ظلم کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذن دیا کہ اور ملک میں نکل جاؤ۔ قریب اسی آدمی مسلمان بعض تنہا اور بعض گھر سمیت جارہے۔ وہاں کا بلو شاہ خوب منصف مزاج تھا۔ پھر مکے کے کافروں نے اس کو یہ پایا کہ اس قوم کو روہنے نہ دو۔ یہ حضرت عیسیٰ علی نبینا کو غلام کہتے ہیں۔ بلو شاہ نے مسلمانوں کو بلوا کر پوچھا اور قرآن پڑھوا کر سنا۔ اور اس کے عمل بہت روئے اور کہا حضرت عیسیٰ کی زبان سے ہم کو اسی موافق پہنچا ہے۔ ہم کو خبر دی ہے حضرت عیسیٰ نے کہ مسیح بعد ہمیش از قیامت ایک اور نبی آئے گا۔"

یہ شک ہی وہ نبی ہے۔ وہ بادشاہ خفیہ مسلمان ہوا۔ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہونے ہی کو رونا کہا جاتا ہے۔ اور رونا ماتم ہی کا ایک رکن ہے۔ لہذا ماتم سے اس کا تعلق از خود ثابت ہو گیا۔ ایسا تعلق دریافت کرنا بالکل ویسا ہے کہ کرسی بنانے والے ترکھان سے لکڑی کاٹنے کا تعلق کرسی سازی سے پوچھا جائے۔

قرآن کلام حق ہے۔ اور شہادت حسین بھی حق ہے۔ قرآن صامت ہے اور حسین قرآن ناطق ہیں۔ حدیث ثقلین کی رو سے دونوں دائمی ساتھی ہیں۔ ان میں جدائی نہیں۔ جس طرح اہل ایمان کلام حق سن کر متاثر ہوتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذکر شہادت حسین کو سن کر اہل حق کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اور چونکہ حسین مجسم قرآن ہیں۔ لہذا ان کے مصائب کے ذکر سے اشک انشائی سے بڑھ کر جذبات رقت فطرتا سید کو بی پر عبور کرتے ہیں۔ ہم عین میں داعین سے سنا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حسن و حسین کھیلتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے اور انہوں نے قرآن کا زینہ بنا کر اس پر قدم رکھے۔ کسی نے اعتراض کیا کہ حسین نے قرآن کی بے ادبی کر دی۔ جب صاحب قرآن رسول تک یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن پر قرآن چڑھ جانے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ حسین و قرآن ہم شان ہیں۔

اب رہا قرآن سننے پر ماتم کرنے کا سوال تو جواب یہ ہے کہ حسین فی حیات ہیں ان پر ظلم کے پیڑ توڑے گئے۔ لہذا ذکر حسین سن کر حساس دل ماتم داری پر عبور ہوتا ہے لیکن کتاب کو نہ ہی بھوکا پیاسا ذخیرہ کیا گیا اور نہ ہی اس کے گننے کو قید بنایا گیا۔ تاہم کتاب میں تذکرہ ہائے غم سے قاری وسامع دونوں معنوم و معزوم ہوتے جو کہ ایک فطری امر ہے۔

### گر یہ انبیاء

صحیح کلمہ ہی ہے کہ مقامات حسن و ملال پر غزا داری کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ یہی انبیاء کرام کا شعار رہا۔ چنانچہ



"اپنے مصائب پر آدم، نوح اور داؤد صبر روئے ان کی ہر ناجائز نہ بھی گئی" (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۳۴ امام رازی)

اسی طرح سعد بن وقاص نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشکباری کرو اور اگر رو نہ آئے تو رونے والی صورت بناؤ"

(سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ)  
پس ہماری ماتم داری کو ناجائز کہنا دراصل انبیاء کرام اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر اعتراض کرنا ہے۔

## دلیل نمبر ۳

القرآن۔ اس موقع کہ جب فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو ارشاد ہوا "وَأَن پُرَّاسْمَان رَوِيَا نَزَمِينَ نَغْرِي كِيَا نَهِيْبِ اللّٰهُ كِي طَفْرَسَ مَهْلَت دِي گئی" اس سے ثابت ہوا کہ قرآنی نقطہ نظر سے بد اعمالی کا تقاضا یہ ہے کہ بد اعمال پر نہ رویا جائے اس کے مقابل جو حسن عمل رکھتے ہوں وہ مستحق گریہ ہیں۔

الجواب القاضی | اہ اس آیت میں نہ شہادت کا ذکر ہے نہ ماتم کا۔ تو اس مرد مجہ ماتم کیسے ثابت ہو گیا۔

(۱) اس آیت میں کوئی حکم نہیں ہے کہ نیک لوگوں پر رونا چاہیے۔

(۲) کیا ماتمی لوگ زمین و آسمان کے مذہب کے پیرو ہیں۔

(۳) اگر اللہ کے مقبول اور صالح بندے مستحق گریہ ہیں تو پھر امام حسن اور دیگر صلحاء ائمہ کی وفات پر ہر سال کیوں گریہ و ماتم کی مجلس پنا نہیں کرتے۔

جواب الاحقر | اہ اس آیت میں اگر شہادت کا ذکر نہیں تو کم سے کم مصیبت و ہلاکت کا تذکرہ ضرور موجود ہے۔ اور گریہ و بکا ماتم ہی کی ذیلی شاخ ہے۔

(۱) بیان قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بوجہ رخصت والا شخص بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ انداز گفتگو کس نوعیت کا ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے سرکش فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تو نہ آسمان رویا نہ زمین۔ مراد اس سے یہ ہے کہ اس غرقابی ہلاکت پر کسی نے انوسس کے آنسو نہ بہائے۔ نتیجہ یہ کہ ہر اکہ خدا کے باغی کو بعد از ہلاکت یہ سزا ملی کہ اس پر کسی نے گریہ نہ کیا۔ معلوم ہوا کہ کسی کی مصیبت کے وقت آنسو بہانا ایک پسندیدہ فعل ہے۔ جو شخص دشمن خدا کے لئے وجود میں نہ آیا بلکہ بطور عیب و اس کا تذکرہ کیا گیا کہ فرعون ایسا جو آدمی تھا کہ اس کی موت کے بعد اسے کوئی نہ رویا۔ اگر وہ نیک ہوتا آسمان و زمین اس کے لئے اشک روانی کرتے یہاں آسمان و زمین کے رونے سے مراد اہل ان زمین سما بھی ہو سکتے ہیں۔ پس ذکر غلام عباس صاحب کی دلیل مستحکم ہے کہ بد اعمال کے لئے گریہ زاری نہ ہوئی۔ اور اسی کو بطور طعن برائے عبت بیان کیا گیا کہ اگر فرعون اور اس کے لشکر کے نقشب قدم پر چلو گے تو ذلت کی موت بھی مرے گے اور تمہارا کوئی عزادار بھی نہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر اطاعت خداوندی میں جان دو گے تو عزت کی موت سے حیات و راحہ بھی پا جاؤ گے اور زمین و آسمان تمہارے مصاحب پر گریہ زاری کریں گے۔

اسی طرح کا ایک تذکرہ حضرت شیب علیہ السلام کا ہے کہ جب کافر قوم پر عذاب ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس شریر قوم کے معذب ہونے کا انوسس نہیں کرتا۔ یعنی اگر یہ نیک لوگ ہوتے اور ان پر مصیبت آتی تو میں اظہار تعزیت کرتا۔ اب چونکہ یہ بدکار تھے اس لئے میں ان کا غم نہیں مناتا۔ چنانچہ سورہ اعراف میں ہے کہ "پس ان کو زور سے آ پکڑا۔ سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شیعہ کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی کہ جیسے ان گھروں



میں کبھی ایسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شیعہ کی تکذیب کی نفی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔ اس وقت شیعہ ان سے منہ موڑ کر بچلے گئے اور فرماتے تھے اسے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کا حکام پہنچا دیئے تھے۔ اور میں نے تمہاری خیر خواہی کا۔ پھر میں ان کا زونگوں پر انفس (دستی) کیوں کروں؟

(سورۃ الاعراف ۹ آیت ۹۳ تا ۹۷)

حضرت شیعہ کے اس بیان سے مومن کا غم منانا صریحاً ثابت ہوتا ہے پس نہ صرف غلام عباس صاحب کی پیش کردہ آیت سے ایک لوگوں پر روزانہ ثابت ہو گیا ہے بلکہ فقہ شیعہ سے بھی صالح افراد کی مصیبت پر اظہار انفس کرنے کا جواز نکلا ہے۔  
۳۔ زمین و آسمان ہمارے مذہب میں نبوت و رسالت اور علی کی ولایت

پر ایمان لائے ہوئے اسی طرح زمین و آسمان کا بھی یہی مذہب ہے۔ جس طرح ہم حسین مظلوم کے غم میں عزاداری میں اسی طرح ارض و سما بھی ہمارے ساتھ شریک غم ہیں۔

۴۔ امام حسن اور دیگر شہدا کی مجالس عزاء اور دیگر شہدا و مسلما کی

مجالس عزاء پر پابندی کرتے۔ ۲۸ صفر کو امام حسن کی شہادت کا دن ہر سال یوم عزاء کے طور پر شیعہ برادری میں منایا جاتا ہے اور اسی طرح آئمہ اظہار و مومنین کرام کی یاد میں گلاب بکھارے مجالس عزاء کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

## دلیل نمبر ۴

حضرت آدم نے حضرت اہل کی شہادت پر مرثیہ پڑھا اور پڑھ کر خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلایا اور ہر سال جب وہ دن آتا اس دن مرثیہ پڑھ کر خود روتے اور دوسروں کو رلایا کرتے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۶۴ مطبوعہ مصر)

۱) اہل کی شہادت پر قرآن میں تو حضرت آدم کے

روئے رلانے کا ذکر تک نہیں ہے۔ باقی یہی تفسیر تو ابن کثیر میں بھی وہ عبارت نہیں ملتی جو اس پمفلٹ میں درج کی گئی ہے۔ بلکہ تفسیر ابن کثیر میں تو اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ:-

”تجھے جن کو اس صدمہ سے حضرت آدم بہت غمگین ہوئے اور سال بھر تک انہیں غمی دانی۔ آخر فرشتوں نے ان کے غم دور ہونے اور غمی آنے کی دعا کی۔ الخ

(تفسیر ابن کثیر مترجم جلد اول ص ۸۶)

فہم لے لیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم ہر سال غم کی مجلس قائم کرتے تھے یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں نے ان کے غم کو دور کرنے کی دعا کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غم دور کرنا ضروری ہے کہ باقی رکھنا۔

۲) حضرت آدم نے منہ پیٹا اور نہ سیدہ کوئی کی اور نہ کالے کپڑے پہنے تو مائیں لوگ یہ کام کر کے کس کی سنت کی پیروی کرتے ہیں؟

۳) اگر نہیں شہادت چھین کا غم ہے تو ماری عمر کے لئے نہن اور خوشی کرنا چھوڑ دو۔

۱) منقولہ بالا دلیل روایت معنوی میں لکھی گئی ہے کہ روایت لفظی میں قرآن مجید کا تذکرہ تو کیا ہی نہیں مگر تفسیر ابن کثیر کو شہادت

بنایا گیا ہے۔ جسے خود معترض نے معنوی لحاظ سے تسلیم کیا ہے کہ ”اس صدمہ سے حضرت آدم بہت غمگین ہوئے اور سال تک انہیں غمی دانی۔ آخر فرشتوں نے ان کا غم دور ہونے اور غمی آنے کی دعا کی۔“

اب یہ بات مطلقاً ثابت ہے کہ اگر حضرت آدم علی نبینا مصروف گریہ و بکا نہ ہوتے فرشتوں کو آپ کے لئے نہن اور خوش ہونے کی دعا کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فرشتوں کا دعا کرنا نہایت خود حضرت آدم کی مصیبت میں ان سے اظہار تحریرت و ہمدردی کرنا ظاہر کرتا ہے۔ اگر غمگین ہونا گناہ ہوتا فرشتوں جیسی معصوم مخلوق ایک گناہ کا رنج سے کس لئے دعا نہ کرتی۔ فرشتوں کا دعا کرنا ظاہر کرتا ہے



کہ آدم کا غم حق تھا۔ لہذا امر حق کی مخالفت باطل پرست ہی کیا کرتے ہیں۔ اگر عزا دار مہرنا مذموم فعل ہوتا تو خدا اپنے غلیظ کی سرزنش کرتا یا فرشتے اس کی مذمت کرتے لیکن ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی کیفیت ہے جس کا تعلق سراسر نفط سے ہے۔ نہ ہی انسان کے بسیرہ عم کو دور کرنا ہے اور نہ ہی باقی رکھنا۔ عم کو صلائے کی مصنوعی کوششیں ہمیشہ خطرناک ثابت ہوئی ہیں۔ پس فرشتوں کی دعا سے یہ بات بجز اخذ نہیں ہوتی کہ عم دور کرنا ضروری ہے نہ کہ باقی رکھنا۔

### آدم و حوا کی طویل المدت نوحہ خوانی

ابوالبشر حضرت آدم اور ام البشر حضرت حوا بی بی حوا طویل مدت تک حضرت ابراہیم

نوحہ کرتے رہے اور ان کے آنسوؤں کا پانی نہر کی مانند جاری ہوا۔

(تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص ۱۰۰)

اسی طرح حضرت آدم کے گریہ و بکا کی کیفیت ملا حسین واعظ کا شفیق نے تحریر کی ہے کہ دائیں آنکھ مانند آب و جلہ اور بائیں آنکھ مثل آبِ فرات جاری رہی۔

(روضۃ الشہداء ص ۱۰۰)

### ۲۔ ماتم سنت آدم ہے

”جب آدم علیہ السلام نے رحمت کا ذکر سنا تو روح حرکت میں آگئی۔ سر ہلکا کر

کہا کہ یہ دفنان برپا کر دیا (آہ و زاری فرمائی) اور اس سنت کو اپنی اولاد کے درمیان چھوڑ گئے۔“ (معارج النبوة ملا معین رکن اول ص ۱۰۰ ع ۱)

### سیاہ پوشی

حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ ابتدائی دور تھا رسم و رواج اور رنگ و رخسار کا اجرا نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی لاش کو

دفن کرنے کا سبق سکھانے کے لئے خدا نے کتے کو سیاہ پروں کا لباس پہنا کر بھیجا جس سے ثابت ہوا کہ کالا لباس بحالت غم مرنات الہیہ سے ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ جو تادم مطلق ہے قراب کے پردہ کو کالے کے علاوہ کوئی اور رنگ بھی عطا کر سکتا تھا۔

ہم کالے لباس کو غم کے مواقع پر پہننا اپنا مذہبی شعار سمجھتے ہیں اور اپنے مخالف

سے پوچھتے ہیں کہ قتل عثمان پر لوگوں نے سیاہ پوشی کیوں کی جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے قتل کے روز جماعت نے سیاہ لباس پہنا۔ اگر کالا لباس پہننا ناجائز تھا تو پھر حضرت عثمان کے غم میں ان کے سوگواروں نے اسے کیوں زیب تن کیا؟

۳۰۔ بقول آغا واصف صاحب یتقان عادت جاریہ ہے کہ خوشی کی محفلوں میں سرسبز کی تقریروں میں غم کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہ جراثیم کون ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم نے عادت جاریہ کے اس قانون کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ عزا دار ابن حسین، بشیر کے رونے والے ولادت ہوئے عروہ ہوا اور کوئی تقریب نہ ہوئی جب تک عزائے امام میں آنسو نہ بہا میں تب تک اس تقریب کو مکمل نہیں سمجھتے۔ پس ہمارے ہمارے عمر کا سرمایہ عزائے حسین ہے اور ہمارا ہنسنا یا خوش ہونا بھی یا حسین سے مربوط رہنا ہے۔ اور ہم ہر دم یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ سوائے غم حسین کے ہمیں ہر غم سے محفوظ رکھ۔

### دلیل نمبر ۵

حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کی وفات پر ماتم اور گریہ کیا۔ (پیدائش باب ۱۲ توریت)

### دلیل نمبر ۶

حضرت شعیب دس برس تک روتے رہے جس کے سبب سے آپ آنکھوں سے نابینا ہو گئے۔

(توریت صفحہ ۲۶۱)

### دلیل نمبر ۷

حضرت یارون نے بہاڑ پر وفات پائی جہاں حضرت موسیٰ



۲۲  
تیس دن ان کا ماتم کرتے رہے اور تیس دن گزرنے کے بعد پہاڑ سے دیگی ہمارا ہیوں کے ساتھ اترے۔  
(توریت باب ۲۰)

## جواب قاضی

۱۔ ان عبارتوں میں بھی منہ پیٹنے اور سینہ کو بی کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔  
پھر مروجہ ماتم کیونکر ثابت ہوا؟  
(۲) قرآن کے بعد تورات۔ انجیل وغیرہ آسمانی کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں جن کی عبارتیں مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہیں۔ کیونکہ اصلی آسمانی کتابوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔  
(۳) اگر تورات۔ انجیل کے مذہب کی پیروی کرنی ہے تو کیا اس پر بھی ایمان لاؤ گے جو تورات میں لکھا ہے کہ:-

(ا) حضرت یعقوب نے خدا کے ساتھ کشتی کی تھی۔ نوح با اللہ۔

(پیدائش ص ۴)

(ب) حضرت روط نے اپنی بیٹیوں سے بدکاری کی تھی۔ استغفر اللہ۔

(پیدائش ص ۲)

## خاکسار کا جواب

مروجہ ماتم ۱۔ منقول بالا عبارات میں ماتم و گریہ کرنے کے الفاظ بالضرورت موجود ہیں۔ پھر معلوم نہیں وہ مروجہ ماتم کون سا ہے جو ثابت دہوا۔  
آپ کا شاعرانہ طرز پر بار بار مروجہ ماتم لکھنا اس بات کا از خود ثبوت ہے کہ آپ کو "ماتم" پر نفسی و ذہنی لحاظ سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مروجہ اشکال یا طریق اور رسم و رواج سے اختلاف ہے۔ یعنی اصولی لحاظ سے آپ "ماتم" کو جائز سمجھتے

۲۵  
ہیں مگر فرمایا اختلاف کے باعث "مروجہ ماتم" پر معترض ہیں۔

۲۔ بلاشبہ منسوخ شدہ کتب آسمانی ہمارے لئے حجت نہیں ہیں  
آسمانی کتب | لیکن اگر قرآن مجید کی تصدیق ان کتب سے ہوتی ہو تو ان

معدنات کو ماننا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان کتابوں پر ایمان لانا مسقت ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ علماء نے ان کتب کو محض منسوخ سمجھ کر حجت تو تسلیم نہیں کیا لیکن تفسیری معلومات کے لئے ان کتابوں کو ماننا گیا ہے خصوصاً پیش گوئیوں کے طور پر جو واقعات بیان کئے گئے تھے وہ درست ثابت ہوئے ہیں۔ اور اغلب خیال یہ ہے کہ پیش گوئیوں میں تحریف برائے نام ہوئی ہے۔ چنانچہ علماء اسلام نے اکثر ان کتابوں میں مرقوم نشانیاں جو بغیر اسلام اور دین اسلام سے متعلق ہیں بطور شواہد اپنے دلائل و براہین میں شامل کئے ہیں۔ زماہ رسول میں بھی مسلمان ان کتابوں سے مستفید ہوتے رہے اور خصوصاً خلیفہ اہلسنت حضرت عمر بن خطاب کو تو کتب سابقہ سے کبھی اشغفت تھا۔ لہذا محض یہ کہہ کر کہ یہ کتب منسوخ ہیں ان کو ٹھکرا دینا کافی نہیں ہوگا۔ جب کہ خود قرآن نے ان کی تصدیق کی ہو۔

صاحبان علم اس بات سے عملاً متفق ہیں کہ توریت و انجیل کے وہی احکام منسوخ سمجھے جاتے ہیں جن کے نسخ پر قرآن مجید کی صراحت ہو۔ ورنہ اہل اسلام کے لئے بھی حجت ہوں گی۔ اب اگر معترض میں کوئی علمی دم خم ہے تو قرآن کریم سے اس حکم کا نسخ ثابت کریں مگر توریت سے پوری طرح ثابت ہے کہ ایام محرم الحرام میں غم دسوگ منانے کا حکم عام قانون ابدی کی حیثیت رکھتا ہے۔

توریت و انجیل کی پیروی | اسلامی کتب تفسیر میں مرقوم انبیاء کرام علیہم السلام اور کچلی امتوں کے

حالات و واقعات کا تقریباً ایک تہائی حصہ توریت ہی سے ماخوذ ہے۔ اور بعض ایسے واقعات بھی درج ہیں جن سے نبیوں کی عصمت مجروح ہوتی ہے بلکہ انبیاء کی تسمین ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کا جھوٹا بونا۔ حضرت داؤد کا شادی شدہ



عورت سے عشق طرانا۔ حضرت یعقوب کا اپنی والدہ کی ایما پر اپنے والد حضرت اسحاق کو بکری کے کباب کھلا کر دھوکہ سے نبوت حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ تمام وایات تھیں مذہب شیعہ کی کتابوں میں مثبت و منقول ہیں۔ اگر ایسی ریکی شنیع باتوں کی تائید آپ کے مذہب میں کر لی گئی ہے تو پھر "ا" اور "ب" کو مان لینا بھی آپ سے بعید نہ ہوگا بلکہ "ب" کو عموماً آپ کا ایک طبقہ مانتا ہے۔ تعجب ہے خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر سجدہ فصیح میں بیٹھ کر شراب پینے کا الزام لگانے والا اگر وہ ہمیں توراۃ و انجیل کے مذہب کی پیروی کا عندہ دشوہ دیتا ہے۔ کاش بات کہنے سے پہلے سوچ لیتے۔ گریبان میں جھانک لیتے!

### الہامی کتب سابقہ میں ایام عزائم کا ابدی حکم

بلکہ اقبال آغا و اصمت حسین صاحب نے مخالفین کے دانت کھٹے کرتے ہوئے دماغ شکن سوال دریافت کیا ہے کہ اگر گذشتہ الہامی کتابیں مطلق منسوخ شدہ ہیں تو پھر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ان کتابوں سے کیوں ثابت کرتے ہو؟

کیونکہ ان کتابوں میں نازل شدہ پیش گوئیاں بعد میں حروف بحرف سچی ثابت ہوئی ہیں لہذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کتابوں میں درج بعض باتیں غیر متبدل ہیں۔ مولوی عبدالعزیز حسنی اہل سند کے بلند پایہ عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "بشارت احمدیہ" میں ایک مکالمہ نقل کیا ہے جو دیدوں اور اوترا کھٹھڑے سے ماخوذ ہے موصوفت کے مطابق کم از کم چھ ہزار برس قبل کی بات ہے کہ گفتگو "مہادیو جی" اور "رانی پار جی" کے مابین ہوئی۔ اس میں حضرت آدم کی خلقت آپ کی اولاد کا حال بیان ہوا ہے اور پھر سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت الہامی علیہم السلام کے بارے میں پیش گوئیاں ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالعزیز صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:-

"مہامت (محمد) کے ان دونوں نواسوں کو مشریر لوگ ناحق ظلم کر کے دنیا (اقدار) کی خاطر مار ڈالیں گے۔ اور ساری زمین ان کے مار ڈالنے سے بے بر ہو جائے گی۔ اور ان کے مار ڈالنے والے ملیجھ ہوں گے۔ دین و دنیا سے مردود ہو جائیں گے۔ ان کے دل میں مہامت (محمد) کی محبت نہ رہے گی۔ اور عاقبت میں کس طرح سے علامی نہ پائیں گے۔ وہ لوگ ظاہر میں مہامت (محمد) کے دین میں رہیں گے۔ پھر آہستہ آہستہ اور لوگ بھی ان کی ہمراہی قبول کریں گے۔ مہامت (محمد) اور مہامت (محمد) کے فرزندوں کے چال چلن کے خلاف بہت سے کام ضد سے اختیار کریں گے۔ تھوڑے سے آدمی مہامت (محمد) کے فرزندوں کی راہ پر رہیں گے۔ اکثر لوگ قتل کرنے والوں کے موافق بہت سے کام کریں گے اور ظاہر میں مہامت (محمد) کے دوست کہلائیں گے۔ ایسے ظاہر داری کرنے والے لوگ کل جگہ (آخری زمانہ) میں بہت ہونگے اور سارے جہاں میں فساد برپا کریں گے۔"

کثرت پر ناز کرنے والوں کو جعلی عبارت پر خوب غور کرنے کی دعوت ہے۔

"کتاب مقدس" پرانا عہد نامہ کتاب (اجبار) کے باب ۱۱ کے

فقہ ۲۱ سے ۲۲ تک نقل کرتے ہیں۔

۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، اور خداوند نے موسیٰ سے کہا: ۱۔ بنی اسرائیل سے کہہ کہ ساتویں

مہینے کی پہلی تاریخ تمہارے لئے خاص آرام کا دن ہو۔ اس میں

یادگاری کے زینے پھونکے جائیں اور مقدس مجمع ہوئے تم اس روز

کوئی خادما نہ کام نہ کرنا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزارنا:

۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، اور خداوند نے موسیٰ سے کہا: ۱۔ اسی ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو کفارہ

کا دن ہے۔ اس روز تمہارا مقدس مجمع ہو۔ اور تم اپنی جانوں کو

دکھ دینا اور خداوند کے حضور آتشیں قربانی گزارنا: ۱۔ تم اس دن

کسی طرح کا کام نہ کرنا کیونکہ وہ کفارہ کا دن ہے جس میں خداوند



تمہارے خدا کے حضور تمہارے لئے کفارہ دیا جائے گا۔

۲۹۴۲۔ جو شخص اس دن اپنی جان کو گم نہ دے وہ اپنے لوگوں میں سے

کاٹ ڈالا جائے گا۔ اور جو شخص اس دن کسی طرح کا کام کرے

اسے میں اس کے لوگوں میں سے فنا کروں گا۔

۲۹۴۱۔ تم کسی طرح کا کام مت کرنا۔ تمہاری سب مکونت گاہوں میں پشت در

پشت رہیں آئیں گے۔

۲۹۴۰۔ یہ تمہارے لئے خاص آرام کا سبب ہو۔ اس میں تم اپنی جانوں کو گم نہ کرنا

تم اس مہینے کی نویں تاریخ کی شام سے دوسری شام تک اپنا سبب ماننا

منقولہ بالا آیات پر خصوصی غور و توجہ دیں جس عبادت و ریاضت کا حکم دیا جا رہا ہے

اس کا وقت ساتویں مہینے کا پہلا عشرہ ہے۔ نویں کی شام سے گزریں کی شام تک

یہ خصوصیت سے منائی ہوئی تھیں۔ اور اگر ان ایام میں اپنی جانوں کو گم نہ پہنچا لیں

تو وہ اپنے لوگوں سے کاٹ لیا جائے گا۔ حالانکہ ان کے سامنے کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جس

کو وہ دیکھ کر یا سن کر اپنی جانوں کو گم نہ پہنچانے کا سبب پیدا کرتے۔

ان کے ساتویں مہینے کی پہلی تاریخ اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ ایک تھیں۔ ان

کے ساتویں مہینے کا نام تشرین ہے۔ چنانچہ علامہ طبری کے مطابق یکم محرم الحرام مطابق

یکم تشرین سنہ ۱۸۰۰ء ہے۔ مورخ یعقوبی تحریر کرتے ہیں یکم محرم الحرام سنہ ۱۸۰۰ء

ماہ تشرین کی پہلی تاریخ تھی۔ بعض علمائے مشہور میں اس دن سورج برج میزان

میں ساڑھے سترہ درجہ پر اور چاند برج دلو کی بیسیویں منزل پر تھا۔ ثابت ہوا

محرم الحرام سے ماہ تشرین کی تاریخیں تو ام ہو گئیں۔

پس ایام محرم میں غم منانے اپنی جانوں کو تکلیف دینے کا صریح حکم تو

میں محفوظ ہے۔ اور منقولہ آیت علیہ السلام کے مطابق یہ دائمی قانون یعنی پشت در پشت

ایک نافرمان ہے۔ چونکہ یہ قانون دائمی قرار دیا گیا ہے لہذا امر بعید ہے کہ ابدی قانون

کو کچھ ہی عرصہ بعد منسوخ کر دیا جائے کیونکہ اللہ کی سنت میں تبدیلی تسلیم کرنا خلاف

قرآن ہے۔ "لن تجد لسنة الله تبديلاً۔"

## دلیل نمبر ۴

حضرت نوح کا اصلی نام عبدالغفار تھا۔ اور نوحہ کرنے کی وجہ

سے نوح کہلاتے ہیں۔

(التقاوی علی الجلالین جلد دوم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

قاضی مظہر حسین صاحب کا جواب

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کسی مقبول

بندے کی مصیبت و شہادت کی وجہ

سے نہیں روئے بلکہ اس کی وجہ خود صاوی عاصیہ جلالین میں یہ لکھی ہے۔

لقب بنوح لکثرة نوحته علی نفسه حیث دعا علی قومه

فهلكوا او قیل لمراجعتہ ما بد فی شان ولہ لا کتفان۔

آپ کا لقب نوح اس لئے سہا کہ آپ اس بنا پر زیادہ روتے رہے کہ آپ نے

اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئی تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے

کہ آپ کے رونے کی وجہ تھی کہ اپنے بیٹے کے بارے میں آپ نے اپنے رب سے سوال

کیا تھا۔

۲۔ اس نوحہ (رونے) سے منہ پٹا اور سینہ کوئی کرنا کیسے ثابت ہو گیا۔

## جواب من

۱۔ حضرت نوح کے متعلق یہ کہنا کہ وہ کسی غیر مقبول بندے کی مصیبت پر

روتے رہے۔ دراصل ان کی عصمت کا انکار کر دینا ہے۔ فریقین کی اکثر کتب و

تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ مسیخوں سال حصول نقائے تعالیٰ کے

لئے گریہ کتاں رہے۔ اور اس گریہ و بکا کی کثرت کے سبب آپ کا نام نوح یعنی

نوحہ کرنے والا مشہور ہو گیا۔



عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت ہے۔ آپ نے فرمایا یہ رحمت ہے۔<sup>۴</sup>

اس سے ثابت ہوا کہ اپنے فرزند حضرت ابراہیم کے انتقال پر رحمت کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے تھے لیکن اس سے ماتم مروجہ کیسے ثابت ہوا؟

۲۔ اور اس گمراہ کی بھی کیا ہر سال حضرت ابراہیم کی وفات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مجلس بپا کی تھی۔؟

۳۔ حضرت حسین کے ماتیموں نے بھی کبھی حضرت ابراہیم بن محمد کے ماتم کی مجلس بپا کی ہے؟

۱۔ ملک صاحب نے اگر وہ الفاظ نہیں لکھے جو آپ نے بتائے تو اس سے اُن کے مدعا پر تو کوئی اثر نہ پڑا۔

**میرا جواب**

الفاظ آپ کے لئے مفید ٹھہرے۔ کیونکہ عبدالرحمن بن عوف نے رسول اللہ کی رفاہی پر تکیہ کیا۔ اور حضور نے جواباً فرمایا کہ "یہ رحمت ہے۔ یہ بات تو اُمّی عزا داری کے لئے دلیل قرار پائی نہ کہ حجت کا ثبوت۔ چنانچہ میں نے یہ روایت اپنی کتاب "چودہ مسئلے" میں نقل کی ہے۔ اسی کو پھر لکھتا ہوں۔

(ابراہیم فرزند رسول کی وفات کے سلسلے میں حالات بیان کرتے ہوئے)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے۔ اور ابراہیم دم توڑ رہے تھے۔ پس رسول خدا کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری ہوئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے! یہ تو رحمت ہے جس کے بعد گمراہ بھی ہو جاتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ آنکھ روئی ہے۔

دل فرمگیاں ہوتا ہے۔ مگر ہم اللہ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کہتے (یعنی اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہیں کرتے)۔ اے ابراہیم! بے شک ہم تیری

پس صاحب الصادق علی الجلالین کا یہ تحریر کرنا کہ حضرت نوح قوم اور بچوں کی ہلاکت پر روتے رہے ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ پیغمبر کا سرکش قوم اور ناعلم بچے (جسے اللہ نے اولاد سے خارج کر دیا) کی ہلاکت پر اتنی طویل مدت گریہ نہ کرتے رہنا اور خدا کا نہ روکنا۔ ایک امر باطل کی حوصلہ افزائی کرنے کے مترادف ہے جو کہ امر بحال ہے۔

دانش ہو کہ نوح بقول قاضی اگر غیر مقبول نبی کے لئے بھی عزادار رہے تو بھی عزاداری کا جواز ہماری موافقت میں نکلتا ہے کہ بشری تقاضا تھا۔ جبکہ اہل سنت کے مطابق مقبول و غیر مقبول شہید و عام مردہ سب پر رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے میری کتاب "چودہ مسئلے"۔

۲۔ نوح کے معنی بین کر کے رونا ہے جو بلند آواز سے ہوتا ہے۔ یہ فطری امر از خود دلیل ہے کہ حالت غم میں جذبات کی شدت مخوم کو بے بس کر دیتی ہے اور اسی اضطرابی کیفیت میں پشیمانی بھی ہے۔ اگر اس عبارت سے منہ پھینکا لے سید کوئی کرنا ظاہر نہیں بھی ہوتا تو بھی آپ نے مروجہ ماتم میں زبان سے طے پائے پکارنے کو ماتم تسلیم کیا ہے۔ پس نوح اور وادیا کرنا از خود ماتم قرار پایا اور حضرت نوح کی نوح خوانی ہمارے ماتم کرنے کی مستحکم دلیل ٹھہری۔

## دلیل نمبر ۹

حضرت ابراہیم بن محمدؓ نے انتقال کیا۔ آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی گو د میں اٹھایا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(سیرت النبیؐ حصہ اول ص ۲۲۸)

**جواب دلیل از قاضی مظہر حسین**

۱۔ اس کے بعد یہ الفاظ نہیں لکھے کہ۔



جدائی سے غمگین اور محزون ہیں۔

(مشکوٰۃ مطہرہ نور محمد صبح المطالع کراچی جلد ۱۱ ص ۱۱۱)  
پس چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود وقتِ صدمہ گزرنا  
کی اور بین کیا جو کہ "ماتم" کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہذا اس کا تعلق ماتم کے  
گہرا ہوا کیونکہ رونادھونا اور آہ و فغاں وہیں کرنا ماتم ہی کے رسوم  
۲۔ درود دل رکھنے والا انسان اولاد کی چوٹ بھگتا نہیں سکتا۔ آغفر  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کو کفار و مشرکین بے اولاد کچھ کر طعن کیا کرتے تھے  
یقیناً باپ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابراہیم کی جدائی کے صدمہ کو قراموش دے  
سکے ہوں گے اور ساری زندگی اس فرزند کا داغِ مفارقت ان کو یاد رہا ہوگا۔  
ایسے میں ایک دن کی مجلس تمام کرنے کا سوال اٹھانا محض صند اور تعصب کا  
مظاہرہ ہے۔

اگر حضرت ابراہیم کے یومِ وفات کی سالانہ مجلس کے انعقاد کا  
سوال ہے تو پھر ذرا تبادلیجے کہ رسول خداؐ نے رمضانِ شریف میں ہر  
سال تراویح کی نماز یا جماعت ادا کی۔ اگر نہیں کی جیسا کہ حقیقت ہے  
تو پھر آپ حضرات ہر سال اس کا اہتمام کیوں کرتے ہیں۔ جو بھی  
جواز آپ تراویح کے لئے پیش کریں اس ہی کے تحت اپنے اس  
اعتراض کا جواب حاصل کر لیجئے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق تو ایک  
دنہ کا عمل رسولؐ بھی سنت ہوتا ہے جب تک کہ ممانعت نہ ہو۔  
وفاتِ ابراہیم اور شہادتِ حسینؑ میں بہت فرق ہے۔ جب ابراہیمؑ  
اشغال ہوا تو وہ اپنے گھر میں اپنے والدین کے پاس تھے لیکن حسینؑ  
پردیس میں جھوکا پیاسا بے جرم و خطا امت کے باکھن کندہ خنجر سے حالتِ  
میں شہید ہوا۔ لہذا حالات و واقعات کی رگوں سے دونوں مٹا دیے جاتا رہتے  
باقی صاحب! ہم اہلِ میت کے سوگواروں نے غمِ آلِ رسولؐ سے متعلقہ ہر چیز

اس کی شان کے مطابق پُر سدا ہی کرنے کی سعی کی ہے۔ اور ابراہیمؑ کی وفات  
پر مجلس عزاء کا انعقاد ہمارے ہاں ممنوع تو نہیں ہے۔ اگر ہم علم، بکھوارہ،  
ذوالجناح جیسی چیزوں سے غمگساری کر سکتے ہیں اور عام میت کے لئے مجلس  
عزاء بپا کرتے ہیں تو پھر فرزندِ رسولؐ کی مجلس کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں بگتے  
اور حقیقت یہ ہے کہ حسینؑ علیہ السلام کی مجلس عزاء دراصل ہمارا ایک احتجاجی  
جلسہ ہوتا ہے کہ ازل سے ابد تک تمام اہل حق مظلومین کی حمایت کرتے ہیں  
اور تمام ظالمین کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ یہ ہمارے تمام غموں کا شافی  
علاج ہے۔

۳۔ رسمِ زمانہ کے مطابق سالانہ یادگاریں صنتِ اُن لوگوں کی منائی  
جاتی ہیں جنہوں نے دنیا میں کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہو جس سے انسانیت کو  
نامہ پہنچا ہو۔ جس طرح امام حسینؑ نے مدینہ کے بلالین شہید ہو کر اسلام  
کے مردہ جسم میں اپنے لہو سے حرارت پیدا کی اگر جناب ابراہیمؑ فرزندِ رسولؐ  
اپنی لمبی عمر پہنچ کر ایسا کارنامہ سرانجام دیتے تو ہم ان کی یاد بھی بدرجہ اتم ملتے۔

## دلیل نمبر

حضرت حمزہؑ کی شہادت پر حضرت رسول اکرمؐ روئے اور  
فرمایا ہائے آج حمزہ کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس پر  
صحابہ رسولؐ نے اپنی عورتوں سے کہا کہ تم حضرت حمزہ کا ماتم کرو۔  
اور عورتوں نے گری کیا اور صفِ ماتم بچھائی۔ آنحضرتؐ نے  
عورتوں کا گری سن کر خود گری کیا اور عورتوں کو ماتم کرنے کی وجہ سے  
دعا کی خیر دی۔ (کتاب مفادی فتوح الشام صفحہ ۱۰۸۔ سیرت  
ابن ہشام۔ سیرت النبی شہابی نعمانی جلد اول)



## جرح قاضی

۱۔ اس عبارت میں بھی منہ پٹینا اندر سید کو بی کرنا ثابت نہیں جس سے مروجہ ماتم ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی حصہ اول صفحہ ۲۱ میں تو یہ الفاظ ہیں:-

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ تھی اور حضرت حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں“

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کے ماتم میں عورتوں نے رواج کے تحت نوحہ (ہن کر کے رونا) شروع کر دیا تھا۔ جس سے رحمتہ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرما دیا۔

۳۔ پمفلٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مبارک نقل نہ کرنا کہ ”مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں“ کیا علمی بددیانتی نہیں؟

۴۔ کیا پھر رسال حضرت حمزہ کی شہادت کے دن صرف گریہ کی مجلس بھی تمام کی گئی تھی۔

۵۔ اور کیا آج کل کے ماتیموں نے بھی کبھی حضرت حمزہ کی مجالس ماتم بپاکی ہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

## ہمارا جوابی تبصرہ

۱۔ جب بحث برائے بحث کرنا منہ نظر ہو تو پھر مٹنے کی ایک ہی ٹانگ نظر آتی ہے۔ ہم سخت حیران ہیں کہ

لفظ ماتم کی موجودگی میں فاضل مجیب تحریر فرما رہے ہیں کہ عبارت میں منہ پٹینا اور سید کو بی کرنا ثابت نہیں“ حالانکہ ماتم کے معنی ہی رونا پٹینا ہوتے ہیں مروجہ یا غیر مروجہ۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کوئی کہہ دے نماز پڑھنے کا حکم تو قرآن مجید میں بار بار ہے مگر اس کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ جس طرح نماز ادا کرنے کے ذیل میں رکوع و سجود از خود سمجھ لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح

تمام کے تحت تمام رسومات عزاکا شمول اندر رستہ (UNDER STOOD)

۲۔ اب ذرا شبلی کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیے:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ تمام منہ ماتم کہہ بنا ہوا تھا آپ جس طرف سے گزرتے تھے گھروں سے ماتم کی صدائیں بلند تھیں۔ آپ کو عیسیت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فہم ادا کر رہے تھے۔ لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں۔ رقت کے جو ش میں آپ کی زبان سے بے اختیار لکلا اُٹھا حَمَزُكَ ذَلَّالًا بَوَّاکِی لَمَّا حَمَزَهُ کَارُونَةُ وَالَا کوئی نہیں۔

انصار نے یہ لفظ سنے تو تڑپ اٹھے۔ سب نے اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دو دستکدہ پر جا کر حمزہ کا ماتم کرو۔ آنحضرت نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ تھی۔ حمزہ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری ہمدردی کا مشکور ہوں۔ لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص خاص ایام میں عورتیں مقتول عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں۔ اس واقعہ کے بعد مدتوں تک معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستان حمزہ سے شروع کی جاتی۔ یہ پابندی رسم نہ تھی بلکہ حمزہ کی حقیقی محبت تھی۔ را (سیرت النبی حصہ اول بحوالہ فلاح الکونین ص ۱۱)

مختصر میں کا یہ خیال کہ آنحضرت نے ماتم دار عورتوں کو نوحہ کرنے سے روک دیا درست نہیں ہے۔ کیونکہ سیاق و سباق پر معمولی غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں“ کا جملہ موضوع ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ پہلے تو رسول خود ہی حمزہ پر ماتم کی خواہش فرمائی اور پھر خود ہی منع کر دیں۔ را ماتم حمزہ کی حقیقی نسبت تھا تو حسن کی محبت کبریا میں؟



اگر حضورؐ نے بالفرض منع کر دیا سہوتا تو پھر مدتوں یہ معمول کیوں رہتا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو داستانِ حمزہ سے شروع ہوتی۔ حکیم رسولؐ کے خلاف صحابیات سال کے ایام خاص میں ماتم کیوں کرتیں؟ مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" کا تراشہ ایجاد بند ہے کیونکہ کتب تواریخ میں یہ جملہ نہیں ملتا ہے۔ صاحبِ مدارج النبوة لکھتے ہیں کہ "حضرتؐ مدینہ آئے تو انصار کے اکثر گھروں سے رونے کی آواز آتی تھی سوائے حمزہ کے گھر کے۔ آپؐ نے فرمایا حمزہ کو رونے والا کوئی نہیں۔ انصار نے اپنی عورتوں سے کہا پہلے حمزہ پر روئیں پھر اپنے گھروں میں روئیں۔ چنانچہ وہ شام اور غفلت کے درمیان گئیں۔ آدھی رات تک حمزہ پر روتی رہیں۔ حضرتؐ جاگے اور پوچھا یہ کیا ہے۔ جب حقیقت بتائی گئی تو فرمایا۔ خدام سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے راضی ہو۔

اسی طرح استیعاب میں ہے کہ حضورؐ کے ارشاد کے بعد کوئی انصار عورت اپنی میت پر نہیں روئی مگر پہلے حمزہ پر روئی۔ پس روئنا یادداشت کسی طرح سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ نے نوحہ کرنے سے منع کیا ہو۔ ۳۔ حکیم قرآن ہے کہ شہید کو "مردہ" نہ کہا جائے۔ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہیں۔ لہذا رسول کریمؐ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے معاذ اللہ خلاف قرآن شہید کو "مردہ" کہہ کر "مردوں پر نوحہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ شانِ پیغمبرؐ کے منافی ہے۔ ایک غلط منسوب شدہ جملے کو نقل نہ کرنا علمی بددیانتی نہیں ہے۔ ہاں پوری عبارت کے پہلے پیراگراف کے آخری الفاظ اما حمزۃ فلا بواکی لہ اور دوسرے پیراگراف سے اس واقعہ کے بعد مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو داستانِ حمزہ سے شروع ہوتی کہ الفاظ نقل نہ کرنا بہت بڑی بددیانتی ہے۔

## علمی خیانت کا ثبوت

سیرت النبیؐ کی مندرجہ صدر عبارت ابتدائی ایڈیشن سے نقل ہوئی ہے۔ مگر موجودہ ایڈیشن میں تحریف کر کے سخت علمی خیانت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ اصل عبارت ہم نقل کر چکے۔ اب محرف شدہ عبارت بھی دیکھ لیجئے اور ایمان و انصاف سے فیصلہ لیجئے کہ "خائن" اور "کاذب" کون ہے؟ یہ تحریف شدہ عبارت ہم سیرت النبیؐ جمعۃ اقل سن اشاعت ۱۹۷۵ء ناشر۔ دینی کتب خانہ لاہور مطبع اسلامی لاہور کے ملا ۳ سے نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا۔ آپؐ جس طرف سے گذرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں۔ آپؐ کو عبت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتم داری کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ لیکن حمزہؓ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے۔ رقت کے جوش میں آپؐ کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

اما حمزۃ فلا بواکی لہ۔ لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔

انصار نے یہ الفاظ سنے تو تڑپ اٹھے۔ سب نے جا کر اپنی بیویوں کو

حکم دیا کہ دولت کدہ پر ہمارے حضرت حمزہؓ کا ماتم کرو۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ بکھری اور حضرت حمزہؓ کا ماتم بلند تھا۔ ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں، لیکن مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔

نوٹ:- اس کے بعد مصنف کا پورا پیرا جو عربی میں دستور تھا "سے لے کر" حقیقی و مثبت تھی۔" نکال دیا گیا ہے۔ حذف نہ کیا گیا ہے۔ اور اس کے جگہ خط و دھارانی میں یہ عبارت لکھی ہے جو اشارہ کیے روئے سید سلیمان ندوی سے منسوب ہے کہ گئی ہے۔ حالانکہ پہلے ایڈیشن میں یہ ایسا نہیں ہے۔



دعسرب میں دستور تھا کہ مردوں پر عورتیں زور زور سے نوحہ اور میں کرتی تھیں۔ کپڑے پھاڑتی تھیں۔ کال نوچتی، کالوں پر تعظیم مارتی تھیں اور چیختی چلاتی تھیں۔ یہ رسم بد اس دن سے بند کر دی گئی اور فرمایا گیا کہ آج کسی مردہ پر نوحہ نہ کیا جائے۔ یہ بھی بعد کو ارشاد ہوا کہ اس طرح ماتم کو مسلمان کی شان نہیں) فٹ نوٹ میں اس سے ظاہر ہے کہ یہ عبارت سید سلیمان ندوی صاحب نے بعد میں اضافہ کر کے لکھی ہے اور اصل عبارت کو تبدیل کر دیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

**بالفرض محال** اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضورؐ نے فرمایا "مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں" تو بھی عزاداری امام حسین علیہ السلام پر اس ممانعت کا کوئی اثر نہیں پڑے گا اس لئے کہ شہید زندہ ہے اور اس کو مردہ سمجھنے کی ممانعت ہے۔ پس یہ حرمت عام مردوں کے لئے ثابت ہوگی جبکہ ہم خود بھی عام میت کے نوحہ و ماتم کو جائز نہیں کہتے ہیں۔

**عزاداری پر رسول اکرمؐ کا اظہار تشکر** منقولہ بالا واقعہ سے حضرت حمزہؓ کے

عزاداروں کی نوحہ خوانی پر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُن کی ہمدردی اور تعزیت پر شکر گزار ہونا اور اُن کے حق میں دعلے خیر کرنا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ انہوں نے جو پُر سہ دیا اُسے رسول اللہؐ نے پسند کیا۔ ایک ناجائز و حرام فعل کے لئے اظہار تشکر یا لانا اور اسے ہمدردی قرار دینا شان رسالت سے بعید ہے۔ یہ شکر گذاری ثابت کرتی ہے کہ اس کے نوراً بعد مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں ہے والا جملہ بے جوڑ ہے۔ اصل قصہ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ بعد کی اختراع ہے۔ شاید شبلی صاحب کی اس غلطی کو چھپانے کے لئے سلیمان ندوی صاحب کو عبارت میں رد و بدل کی ضرورت پیش آئی ہے۔

ہر سال حضرت حمزہؓ کی شہادت کے دن مجلس عزاکا انعقاد تو رہا ایک طرف۔ منقولہ بالا عبارت سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شہادت حمزہؓ کے بعد مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو داستان حمزہؓ سے شروع کی جاتی۔ نیز آنحضرتؐ اور خلفائے ثلاثہ (اہلسنت) کا شہداء کی قبور پر ہر سال بشکی جلوں جانا ہم گزشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں۔

۵۔ ہم ان تمام بزرگواروں کے ایام مناتے اور ان کی یاد میں مجلسیں کرتے ہیں جنہوں نے اسلام اور بانی اسلام کی حمایت و حفاظت میں جانیں نثار کی ہیں۔ ہم اکثر مجالس میں حضرت حمزہؓ کا ذکر کر کے ان کی یاد بھی مناتے رہتے ہیں۔ علاوہ بریں اس وقت کلام اس امر کے جواز میں ہے جو مجدد تعالیٰ الخفاف کے اقرار سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رکھیں "ہر مباح امر پر عمل کرنا ضروری نہیں"۔ ماضی صاحب! ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ شرکت کا یقین دلائیں تو ہم جب مجلس حضرت حمزہؓ کی یاد میں خصوصی مجلس عزاکا انتظام کر کے آپ کو دعوت دینے کو تیار ہیں۔ فرمایئے منظور ہوگی یا نہیں؟

## دلیل نمبر

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے سال کو آنحضرتؐ نے عام الحزن یعنی غم کا سال کے نام سے یاد کیا ہے۔

**جواب منجانب قاضی مظہر صاحب** اگر اس سال کو عام الحزن کا نام دینے کا مطلب یہی ہے کہ ہر سال

ان کی وفات کے دن ماتم کی مجالس قائم کی جائیں تو کیا حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت فاطمہ الزہراؑ، حضرت حسن اور حضرت حسینؑ نے بھی ہر سال کوئی مجلس غم پائی تھی۔ اور کیا رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مہربان چچا ابوطالبؓ اور اپنی بیاری بیوی خدیجہ الکبریٰؓ کی وفات کا دن ہر سال مجلس ماتم کی صورت



میں منایا تھا؟ اگر نہیں تو پھر کس کی پیروی کرتے ہو؟  
**ہماری گذارش** ایک مخصوص سال کو بوجہ غم تمام انحراف کا نام دینے کا مطلب  
 اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ پورا سال رسول کریمؐ نے اپنے  
 محسن چچا اور محمدؐ اسلام زو جہ کا غم منایا۔ کیا رسولؐ کا یہ عمل سنت ہے یا نہیں  
 اگر آپ اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں تو اس سنت پر بھی عمل کیجیے کہ رسولؐ نے  
 اپنے محسن رشتہ داروں کا غم منایا۔ پورا سال عزادار رہے۔ اس سنت کو رکھنے کی کوشش  
 کس بھی اہل سنت کو زیب نہیں دیتی جس رسولؐ نے پورا سال غم منایا۔ ان  
 کے لئے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ وہ ان مفارقتوں کو بھول گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے  
 کہ اکثر و بیشتر رسولؐ ان دونوں سہیلیوں کو یاد کرتے رہے۔ اور یہ یادگاری اس  
 حد تک تھی کہ عہد آپؐ کی زوجہ بی بی عائشہؓ کو اس سے لاگ آنے لگی تھی۔ چنانچہ  
 بی بی صاحبہؓ خود اقرار کرتی ہیں کہ مجھے خدیجہؓ کے نام پر مبارک تھی۔ صلیقہ اہلسنت  
 کا یہ اعتراض اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ نے ساری زندگی خدیجہؓ کا  
 غم نہ بھلایا۔ اور یہ ظاہر ہے ذکر خدیجہؓ کس سامع کے سامنے ہی ہوتا ہوگا اور ذاکر و  
 سامعین کے درمیان ذکر ہی کا نام مجلس ہوتا ہے۔ اب چونکہ یہ سائنہ لمائے ارقم  
 اتنے پایہ پر نہیں ہیں جتنا کہ شہادت حسینؑ کا ساتھ ہے۔ لہذا اولیاء اہتمام مجلس  
 عزائے اشد شہداء کا ہوتا ہے ویسا ہو سکا۔ مگر پھر بھی ہم غمو کا یوم خدیجہؓ اور  
 یوم ابی طالبؑ مناتے رہتے ہیں۔ الغرض اصل مدعا محض یہ ہے کہ غم منانا۔ ماتم رہنا  
 کرنا اور عزاداری کا اہتمام کرنا سنت رسولؐ سے قولاً اور فعلاً جائز ثابت ہے  
 اور یہی ہمارا موقف ہے۔ اگر شب معراج کو معراج پر جانے کی خوشی میں ہر سال  
 اس شب کو خوشی منائی جاسکتی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسی یوم مصیبت  
 کی یادگار کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کیونکہ زندگی میں رنج و خوشی دونوں اہم ہیں۔  
 جب تعزیت گزاری اور پرہیزی اصولی طور پر مستحب اور مستحسن بلکہ سنت قولی و  
 فعلی ثابت ہے تو پھر معلوم نہیں اس کی مخالفت کس جواز پر کی جاتی ہے یا منہج

ہو کہ کس مباح و مفسون امر کے لئے کس وقت کی پابندی نہیں ہے کہ اسے کس وقت  
 کیا جائے۔ حالات و ضرورت کے تحت اس پر عمل کس وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۲

جنگ اُحد میں جناب رسالت مآبؐ کا دانت مبارک شہید ہو  
 گیا۔ جس کی خبر سن کر خواجہ اولیس قرنیؓ نے اپنے دانت توڑ دیئے  
 آنحضرتؐ نے اس فعل کو پسند فرمایا اور خواجہ کے لئے دُعا کی۔  
 دل یہ روایت بلا سند اور بلا حوالہ پیش کی گئی ہے  
**جواب از قاضی** اس لئے اس کو حجت نہیں بنایا جاسکتا۔  
 دس اگر اس طرح اپنے دانت توڑنا صحیح ہے اور کار ثواب ہوتا تو پھر حضرت  
 علی المرتضیٰؑ شیر خدا بھی اپنے دانت توڑ دیتے۔ کیا مانیوں کے نزدیک خواجہ  
 اولیس قرنیؓ کا عشق رسالت حضرت علیؑ سے زیادہ تھا؟  
 دس اگر خواجہ اولیس قرنیؓ کی یہ سنت مانیوں کو پسند ہے تو پھر سرکار  
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید ہونے کی یادگار میں اپنے دانت کیوں نہیں  
 توڑ دیتے۔ سارا قصہ ہی ختم ہو جائے نہ مرثیہ خواں رہیں اور نہ سوز خواں رہے  
 نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری  
**جواب الکریم** ۱۔ حفت اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ دندان شکن  
 اس قدر مشہور اور عام ہے کہ اس کے حوالہ کی ضرورت  
 دیکھی گئی تاہم مطالبہ پورا کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ مشہور بزرگ اہلسنت شیخ  
 فرید الدین عطار کی معتبر کتاب تذکرۃ الاولیاء میں ہے۔ اور اس کے اردو ترجمہ  
 کے صفحہ ۱۷ پر ہے۔ صاحب سیرۃ النخلیہ نے اسے اپنی دوسری جلد کے  
 صفحہ ۲۶۹ پر نقل کیا ہے اس کے علاوہ کئی دیگر کتابوں میں اس واقعہ کو لکھا گیا ہے  
 شیخ فرید الدین عطار تحریر کرتے ہیں کہ:-



حضرت اویس قرنیؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو کہا۔ اگر تم دوستی میں درست ہوئے تو اس دن جبکہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے تو تم نے کیوں موافقت کے طریقہ پر اپنے دانت نہ توڑ دیئے۔ کیونکہ یہ شرط موافقت ہے۔ پھر آپ نے دانت دکھائے جو سب ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور کہا میں نے آپ کو بلا دیکھے غیبت کی حالت میں اپنے دندانوں کو آپ کی موافقت میں توڑ ڈالا۔ کہ جب میں ایک دانت توڑتا تھا تو میرے دل کو قرار نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک ایک کر کے میں نے سب دانت توڑ دیئے۔ **تذکرۃ الاولیاء**

۲۔ اگر اویس قرنیؓ کا اس طرح دانت توڑنا خلاف شرع ہوتا تو حضرت عمرؓ ان کو ضرور لوک دیتے۔ اور ان کے اس طعنہ و نادرست دوستی کا جواب دیتے۔ مگر حضرت عمرؓ خاموش رہے۔ یہ سکوت اس امر پر دال ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک جناب اویس قرنیؓ کا دندان کو توڑنا خلاف شرع فعل نہ تھا بلکہ کارِ ثواب تھا۔ اور دوستی کا ثبوت بھی تھا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں پر مشکل وقت آیا تھا بڑے بڑے نامور ساتھی قدم نہ جما سکے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر تکیا پھینک دئے تھے۔ جیسا کہ شمس العلماء رشیدی نے سیرت النبی جلد اول ص ۲۳ پر اعتراض کیا ہے مگر آزمائش کی ان گھڑیوں میں حضرت حمیدؓ کرار جان پھیلی پر رکھ کر حضورؐ کی حفاظت کے لئے مٹ کین پرتا بڑ توڑ تلے کر رہے تھے اور اپنی جان نثار کرنے پر تیار تھے۔ ان کے لئے اپنے دانت توڑنے سے زیادہ ضروری اس وقت دشمن کے دانت توڑنا تھا۔ چنانچہ آپ اپنے رسولؐ کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگاتے رہے۔ وہ لوگ جو میدان سے بھاگ کر چھپ گئے تھے ان کے لئے موقع سیر تھا کہ وہ اپنے دانت نہ توڑ کر اپنی غیبت کا مظاہرہ کرتے۔ ان کے پاس وقت بھی تھا۔ تنہائی بھی تھی اور پہاڑ کے پتھر بھی تھے۔

جس طرح حضرت علیؓ علیہ السلام کو حفاظت رسولؐ کی خاطر مٹ کین کے

دانت کھٹے کرنا ضروری تھا اسی طرح غلامانِ علیؓ کو اپنے دانت توڑنے کی بجائے دشمن و مخالف کو دندان شکن جواب دینے کے لئے دانتوں کی ضرورت ہے۔ ورنہ بدعشق و عیبت میں سر پھوڑنا یا دانت توڑنا معمولی بات ہوتا ہے۔ اگر ہم ہر سال چھ لہلوں اور زخمیروں سے ماتم کر سکتے ہیں دیکھتے ہوئے انکاروں پر چل کر سینہ کوئی کر سکتے ہیں تو دانت بھی توڑ سکتے ہیں۔ ہم اپنے دانت توڑ کر آپ کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دیں گے۔ جہاں نبو عباسؓ اور نبو امیہؓ کے ظلم و جور ہماری رشتہ خوئی اور سوز خوئی کو نہ روک سکے وہاں آپ کی بڑکی کیا وقعت ہے۔

”انسان کو بیدار تو ہو لینے دو  
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین“

### دلیل نمبر ۱۳

اسلام دینِ فطرت ہے۔ رونا فطرتِ انسانی ہے۔ بچہ پیدائش کے بعد زندگی کا آغاز رونے سے کرتا ہے۔ دنیا میں ہر مذہب و ملت کے نزدیک رونا ممنوع نہیں ہے۔ جسمانی، ذہنی یا روحانی تکلیف کے پہنچنے پر ہر انسان کے آنسو بہے قابو ہو جاتے ہیں۔ اور آنسو نہ مٹ۔ غم کا نشان بلکہ غم کا ازالہ بھی ہیں۔

قاضی صاحب کی جوابی عبارت | پیدائش کے بعد بچے کا رونا مروجہ ماتم کی دلیل کیسے بن گیا؟ بچہ کس کے

ماتم میں روتا ہے؟

۱۔ اگر بچہ روتا ہے تو بیضاب یا خانہ بھی کرتا ہے تو اس فطرتِ انسانی کے پیشِ نظر بیضاب یا خانہ کی مجالس بھی ماتم ہوئی جائیں۔ واہ کیا خوب عقل ہے۔ سبحان اللہ۔

۱۔ ملک صاحب کی اس فطرتی دلیل سے تو آپ بھی انکار نہ کر سکیں۔ البتہ بچہ کس کے ماتم میں روتا ہے تو اس کا جواب تو

ہمارا جواب



دی دے سکے گا جس کو اپنا وہ رونا یاد ہو گا۔ مگر سنا ہے کہ جب آدم کو جنت سے اس خطہ ارضی پر بھیجا گیا تو آپ اس انتقال مکانی پر روئے اور یہی وجہ ہے کہ بنی آدم اس دنیا میں آتے ہی روتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ تو جبرگاہ ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے کہ یہ فطرت ہے کہ جدائی اور مفارقت کے صدمہ میں رونا آتا ہے۔ اور چونکہ رونا مقتضائے فطرت ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رونے کو پسند کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ

”کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ اور مضمحلہ اڑاتے ہو اور روتے نہیں ہو؟“

ارشاد باری تعالیٰ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ رونے کو پسند کرتے ہوئے رونے کا حکم دیتا ہے اور اس کی مخالفت میں مضمحلہ خیزی کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ندامت و پشیمانی میں انھوت و آلام میں اور مصائب و تکالیف کی حالت میں گریہ زاری کرنا خاصانِ خدا کا شعار رہا ہے۔ اور چونکہ رونا ”ماتم“ کا معاون فعل ہے لہذا ماتم کی دلیل قرار پایا۔

۲۔ مجالس رونے کی نہیں بلکہ رونے کے لئے ہوتی ہیں۔ ایسے مقدس اجتماع کیلئے جن میں خدا و انبیاء و ائمہ اور مہنگانِ دین کے تذکرے ہوں محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے فضائل و مصائب کا بیان ہو۔ قرآن کی آیات کی تلاوت ہو۔ درود شریف اور احادیث نبویؐ پڑھی جاتی ہیں۔ ایسی پاکیزہ محافل کو پیشاب و پاخانہ کی مجالس سے تشبیہ دینا عقل سے عاری۔ تہذیب و اخلاق سے کورا اور دشمنِ حسین ہونے کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

باقی اگر معترض کو ایسی ناپاک محافل پسند ہوں تو بندہ ذاتی طور پر یہ خدمت کرنے کے لئے تیار ہے گویا وہ برابر برداشت نہ کر سکیں گے۔

## دلیل نمبر ۱۴

طریقہ بیحدیث کاٹ کر بلا سلاسلہ کو واقع ہوئی۔ سانحہ کربلا کے وقت اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہ تھی۔ قاتلانِ امام حسینؑ دائرۃ اسلام سے خارج ہو چکے تھے۔ آج امام حسینؑ کا ذکر اور ان کی حمایت کرنا گویا امام مظلوم کا ساتھ دینا ہے۔ اور حسینیت کی مخالفت کرنا یرزیدیت کی حمایت کرنے کے برابر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تحقیق میرا یہ فرزند حسینؑ زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔

(ینابیع المودۃ باب ۶۰)

ماضی مظہر حسینؑ صاحب کا جواب ۱۔ ماتم کرنے کو امام حسینؑ کی حمایت سے کیا تعلق ہے حسینیت تو یہ ہے کہ امام حسینؑ نے جس شریعت اور سنت مقدسہ کے لئے اپنی جان قربان کی تھی۔ اس کی اتباع کی جائے۔ اور اعمالِ صالحہ کو رائج کیا جائے۔ شرک و بدعت اور بت پرستی کے مظاہر کو مٹایا جائے۔

امام عالی مقام کو دعوت دینے والے بھی کوئی ہیں۔ اور یرزیدیت کی حمایت میں شبہید کرنے والے فدا رہیں کوئی لوگ ہی ہیں جو ماتم امام حسینؑ نے ساری عمر نہیں کیا اس کا ارتکاب حسینیت کی حمایت ہے یا مخالفت؟

۲۔ اخبار ماتم ۹۶۷ میں ہے کہ سب سے پہلے شہادت حسینؑ کا ماتم قرینہ کے گھر میں اس کی بیوی ہندہ نے بپا کیا تھا۔ اب یہ نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ حسینیت کیا ہے اور یرزیدیت کیا؟



## جواب شتاق

۱۔ یہ تو دنیا کے انصاف سے سوال کر کے جواب طلب فرمائیے کہ کسی عزادار گھرانے سے اظہار تعزیت کرنا۔ اُن کے غم میں شریک ہونا۔ حمایت ہے یا مخالفت۔ خدا کی قسم ایک بھی صاحب ہوش ایسا نہ ہوگا جو ایسے ہمدردانہ جذبات کو مخالفت قرار دے۔ مگر جب عقل ساتھ چھوڑ دے۔ ہوش اُڑ جائے اور تعصب اندھا کر کے دلوں کو مفلک کر دے تو بدردی بھی غنا و محسوس ہونے لگتی ہے۔ امام حسینؑ کی یادگار منانا، کارنامہ حسینؑ کا تذکرہ کرنا، جذبہ محبت میں سرشار ہو کر گرہ و بکا اور فوج و عاتق کرنا اگر حمایت نہیں تو بتائیے حسینؑ کے ذکر شہادت کا بیان کرنا و اعظا پر حرام قرار دینا حمایت ہے۔ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے۔

امام حسینؑ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا بلاشبہ حسینیت ہے۔ مگر عزاداری کرنے سے اس پہلو کو کیا نقصان ہے۔ کیا اُن کی غمگساری کے عالم میں ایسا اتباع و پیروی بطریق احسن نہ ہوگی۔ باقی اعمال صالحہ کو رائج کرنے کا کام تو رسول کریمؐ اپنے فرماں منہی کے مطابق پورا فرما گئے۔ ہم اعمال صالحہ کو رائج کیے کر سکتے ہیں۔ ہم تو صرف ان اعمال کو اپنا کر صالح بن سکنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ باقی رہی بات شرک و بدعت اور بت پرستی کی تو اس کے عطا پر پہلے ہی صطح چکے ہیں۔ عالم اسلام میں کوئی جماعت ان پر عامل نہیں۔ یہ محض آپ جیسے حضرات کی مہربانی ہے کہ اہل توحید کو بلا وجہ شرک و بدعتی بناتے رہتے ہیں۔ ورنہ اس کا کوئی ٹھوس یا کمزور ثبوت اس سلسلہ میں آپ کے پاس نہیں ہے۔ امام حسینؑ کو اہل کوفہ نے دعوت دے کر شہید کر کے غداری کی تو ہم اُن پر صبح شام لعنت کرتے ہیں۔ جبکہ آپ کے ہاں ان کو ثقہ تک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور قاتل امام حسینؑ جیسے شخص سے آپ کے امام بخاری نے روایت نقل کر لی ہے۔ افسوس ہے کہ کسی راوی کا محض حیثیت سے متہم ہونا اس کی بے اعتباری کے لئے

کافی قوت ہے جبکہ شمر بن ذی الجوشن قاتل امام پاکؑ جیسے ملعون سے آپ کے امام نے روایت قبول کر لی ہے۔ اب بتائیے حسینیت کی حمایت وہ لوگ کرتے ہیں جو قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتے ہیں۔ یا وہ لوگ جو اُن ملعون کو معتقد سمجھتے ہیں۔ حمایت و مخالفت کا فیصلہ خود کر لیجئے۔ باقی رہ گیا یہ سوال کہ امام حسینؑ نے ساری عمر ماتم شکیلا جہاں التبر میں ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنا ماتم نہیں کرتا ہے۔ تاہم امام حسینؑ علیہ السلام نے اپنے جبرائیل سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ اصل اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بزرگوار سیدالاولیاء امیر المؤمنین علیؑ علیہ السلام، والدہ ماجدہ سیدۃ النساؑ فاطمہؑ الزہراؑ سلام اللہ علیہا اور برادر محترم امام حسنؑ علیہ السلام کے ساتھ ہائے ارفال پر جی بھر کر ماتم برپا کیا۔ اُسندہ صفحات میں ہم ایسے شواہد پیش کر رہے ہیں۔ پس حسینیت یہی ہے کہ حسینؑ کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے اُن کے مصائب پر عزاداری کیے کہ ان کے معذیان کی مخالفت کی جائے۔ یہی اُن کے موقف کی حمایت ہے۔ واضح ہو کہ بغیر محبت کے ان کے اسوۂ کی پیروی کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور محبوب کی یاد کا ہر وقت دل میں ہونا لازمی امر ہے۔ عاشق کی زبان پر بیچ و شام اس کے معشوق کا نام رہتا ہے۔ وہ لوگ جو حسینؑ کا ذکر بند کرنا چاہتے ہیں ان کا یہی منشا ہے لوگ حسینؑ کا نام نہ لیں اور یہ سیدھی بات ہے کہ ایسا کرنا حمایت نہیں بلکہ کھلی مخالفت ہے۔

۲۔ اخبار غم نامی کتاب ہمارے ہاں کوئی معتبر کتاب نہیں ہے کہ جسے حجت مان لیا جائے۔ ہنوز وجہ زید کا ماتم کرنا علمائے شیعہ میں ایک متنازعہ واقعہ ہے۔ تاہم اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس سے عزاداری کرنا مذموم نہیں سمجھا جاسکتا۔ کیونکہ زید کے گھر میں قرآن خوانی بھی ہوئی اور وہاں نمازیں بھی پڑھی جاتی تھیں۔ ایک نیک عمل کا وقوع کسی بدکار گھر میں ہو جانا اس عمل کے استحباب و حلت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔ ویسے زید کے بیٹے معاویہ ثانی نے اپنے باپ اور دادا پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ لہذا ہمیں زید کی ذات یا اس کے خاندان سے کوئی



خانی یا نسبی پر غاش نہیں۔ اگر بی بی آسیہ زین فرعون ہو کر عسین موسیٰ ہو گئی ہے تو پھر زوجہ زیندگی تعزیت اور ماتم داری بھی قابل تعریف ہوگی۔ موسویت اور فرعونیت کا فیصلہ کر کے اسی کو حقیقت اور زیندیت پر منطبق کر کے قتل کر لیجئے۔

## دلیل نمبر ۱۵

فریقین کی معتبر روایتوں میں ام المؤمنین عائشہ جابر بن عبد اللہ اور انس وغیرہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا جو شخص کر بلا میں امام حسین کی زیارت کرے در آغالبکہ ان کے حق کو پہچانتا ہو تو اس پر بہشت واجب ہوتا ہے۔

۱۔ فریقین (یعنی سنی اور شیعہ) کی کتابوں کا حوالہ نہیں لکھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ روایت کیسی ہے۔

۲۔ امام حسین کے عزار کی زیارت کرنے سے ماتم کا عبادت ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟

۳۔ جو شخص امام حسین کے صبر و نماز کی پیروی نہیں کرتا اور سنت کا تارک ہے اور بدعات کا مرتکب ہے وہ امام حسین کا حق پہچاننے والوں میں شامل ہی نہیں ہو سکتا پھر حقیقت کا مستحق کیسے ہو گیا؟

بیانِ راقم ۱۔ شدید حوالہ تو آپ کو قبول نہ ہو گا ورنہ کتب زیارات میں اس معنوں کی کافی روایات موجود ہیں۔ مثلاً لائل الزیارات وغیرہ۔ ملک صاحب نے سستی سے مراد بریلوی فرقہ کی ہے جن کا عمل از خود شہادت دلیل ہے۔ رہ گیا دیوبندی کتاب کا حوالہ تو اس کی امید کم ہے۔ البتہ اسوہ صوفیاء عظام میں اس مطلب کی عبارتیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ دلیل ماتم کو عبادت ثابت کرنے کے لئے پیش ہی نہیں کی گئی ہے۔ مثلاً

ہر زیارت امام حسین سے متعلق ہے۔ اس لئے اس کا ماتم سے بظاہر کوئی واسطہ نہیں۔ سوال گندم جواب جو ہے۔

۳۔ آپ نے وہ لفظوں میں تسلیم کیا ہے کہ وہ شخص جو حق حسین کی معرفت رکھے مستحق جنت ہو گیا۔ جبکہ سنت کا تارک اور بدعات کا مرتکب حق شناس ہی نہیں لہذا اس کے لئے اس میں کوئی مفاد نہیں۔ لیکن یاد رکھیے اٹھائے کے بغیر قرب، قرب کے بغیر محبت اور محبت کے بغیر معرفت ممکن ہی نہیں۔ اور محبت کا عام درجہ یہ ہے کہ محبوب کا نام ہر وقت زبان پر رکھے۔ پس خود فیصلہ کیجئے کہ ذکر حسین کو حرام قرار دے کر محبت کا دعویٰ کس طرح تچا ہو سکتا ہے۔

## دلیل نمبر ۱۶

حضرت محمد رسول اکرم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حسین پر ان کا حق پہچانتے ہوئے روئے اس پر جنت واجب ہے۔

۱۔ اس روایت کا بھی حوالہ نہیں پیش کیا گیا۔

## قاضی مظہر حسین صاحب کا جوابی بیان

۲۔ پھر اس میں ماتم مروجہ کا تو کوئی ذکر نہیں۔

۳۔ اگر مشررو نے سے جنت ملتی ہے تو پھر شریعت کی کیا ضرورت ہے۔

۴۔ ائمہ اہل بیت امام زین العابدین۔ امام محمد باقر۔ اور امام جعفر صادق نے ایسی مجالس ماتم کیوں قائم نہیں کیں بلکہ ان امور کو حرام قرار دیا جیسا کہ ائمہ حوالجات میں پیش کیا جائے گا۔

محرر کا بیان ایسی مشہور روایت کے لئے حوالہ کی ضرورت تو نہیں بہر کیف ایسی متعدد روایات ہیں سے چند پیش خدمت



۷۰  
اہلسنت آئمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل دیکھتے ہیں کہ:-  
”جس شخص کی آنکھوں نے امام حسین کی شہادت پر آنسو بہائے  
خواہ ایک قطرہ اشک ہی ہو اس کا مقام جنت ہے“  
مولوی محمد عین قرنی علی نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں یہی روایت  
مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے صفحہ ۳۰۵ پر نقل کی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی مشہور تصنیف ”اصابہ“ کی جلد ۱  
صفحہ ۲۲۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی بھی بندہ میرے  
فرزند حسین پر روز عاشورہ روئے اللہ اس کو روز قیامت اولوالعزم  
رسولوں کی معیت میں بہشت میں بلے گا۔ اور یہ بھی ارشاد کیا کہ  
یوم عاشورہ کو گریہ زاری کرنا قیامت کے دن نوراۃ ہوگا۔ مولوی  
سمدی علی حنفی نے لکھا ہے کہ ”جو حسین پر رونے اور رولانے والا ہوگا واجب  
ہوگی اس پر بہشت“ (انیس الذکر بن صنا)

۲۔ جب ماتم کے معنی میں گریہ و بکا داخل ہے تو پھر مروجہ ماتم کے ذکر  
کا سوال ہی جہالت پر مبنی ہے۔

۳۔ ملک غلام عباس صاحب کی دلیل میں پیش کردہ روایت میں قلعاً  
یہ تحریر نہیں ہے کہ غمخ روئے سے جنت ملتی ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ حسین کا حق  
پہنچنے پہنچے رونے سے جنت حاصل ہوتی ہے۔ اور خود قاضی صاحب نے گذشتہ  
دلیل کے جواب کے قیسے پیر میں حق شناسی کی تعریف یہ کی ہے کہ بے صبر  
نارک الصلوٰۃ اور بدعتی حق شناس ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ  
حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر آہ و بکا ہی کرے گا جس کے دل  
میں حسین کی محبت ہوگی۔ محبت اطاعت و اتباع کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔  
لہذا محبت حسین یقیناً سیرت حسین کا پیروکار بھی ہوگا۔ اور حسین کی پیروی  
ہی دراصل شریعت محمدیہ کی پیروی ہے۔

۷۱  
۴۔ آئمہ اہل بیت کی عزاداری کے اثبات آئمہ اپنے مقام پر پیش کئے  
جا رہے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ یہ قطعاً غلط ہے کہ آئمہ طاہرین  
علیہم السلام نے مجالس ماتم قائم نہ فرمائیں اور ان امور کو حرام قرار دیا۔ مفضل  
بٹ آئمہ آرہی ہے۔ مطمئن رہیں۔

## دلیل نمبر ۱

حضرت امام حسین کا غم وہ غم ہے جس پر انسان تو کھاجن و  
ملک چرند و پرند آسمان و درخت سب نے گریہ کیا۔ چنانچہ  
لکھا ہے کہ آسمان حضرت امام حسین پر چالیس دن تک روتا  
رہا۔ (نیایع المودت مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۳۹۲) از علامہ  
شیخ سلمان حنفی قندوزی  
ثابت ہوا کہ مرتبہ پڑھنا۔ رونا اور ماتم کرنا انبیاء کی سنت  
اور سیرت اصحاب رسول اکرم ہے۔

۱۔ نیایع المودات حنفیوں کی کوئی مستند کتاب نہیں۔  
الجواب پھر قرآن و حدیث کے صریح ارشادات کے خلاف ایسی  
روایتیں کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہیں۔

۲۔ اس عبارت میں بھی منہ پیٹنے اور سینہ کوئی کا کوئی ذکر تک نہیں۔  
۳۔ کیا قرضتوں کی فطرت بھی رونا اور ماتم کرنا ہے۔ العیاذ باللہ۔  
۴۔ کیا ہر سالی زمین و آسمان ماتم کرتے ہیں؟

جوابی التماس ”نیایع المودات“ نامی کتاب کا ذکر غلام عباس صاحب  
نے تو کیا ہی نہیں ہے۔ البتہ ”نیایع المودۃ“ قسطنطنیہ  
کے مفتی اعظم علامہ شیخ سلیمان حنفی قندوزی کی تحریر ہے۔ جسے آپ کے  
مستند ماننے پر ہمیں کوئی افسوس نہیں کیونکہ یہ آپ لوگوں کا بہت پرانا



شیوہ ہے کہ بوقت ضرورت آپ اپنی ہر کتاب ہی کا نہیں بلکہ اکثر آیات قرآن کا انکار کر دیتے ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح دستیاب نہیں ہوئی ہے جس میں ممانعت عزاداری کی صراحت ہو۔

بہر حال آپ کے جید علماء مثلاً علامہ ابن اثیر جزری، علامہ ابن سعد، علامہ ابن حجر، سبط ابن جوزی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وغیرہم جیسے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ان روایات کا ذکر کیا جن میں کائنات کی ہر شے کے غم حسین میں عزادار ہونے کے شواہد موجود ہیں۔ مثلاً علامہ ابن حجر مکی رقمطراز ہیں کہ "ابو سعید کہتا ہے قتل حسین کے دن جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔ اور آسمان نے بھی خون برسا یا جس کا افریقہ تک کپڑوں پر رہا۔ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ روز قتل حسین ہمارے ملے خون سے پڑتے۔" (سواعق محرقة صفحہ ۱۹۲)

تفسیر جلالین صفحہ ۱۱۱ حاشیہ نمبر ۲ مطبوعہ کراچی میں ہے :-  
"فما بکت علیہم السماء" کے ماتحت بقول سعدی قرع رہے کہ "لما قتل الحسین ابن علی بکت علیہ السماء" یعنی جب امام مظلوم قتل ہوئے تو ان کی شہادت پر آسمان رویا اور آسمان کا رونا اس کا سرخ ہو جانا غیظ و غضب خون اشک بہانے کی دلیل ہے۔

حافظ ابو نعیم علیہ السلام لاویا میں امام شعبی، زہری اور ابو قتادہ کی اسناد سے لکھتے ہیں :- "امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تو سورج میں گہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ تارے نکل آئے۔" (واقعات کربلا ص ۱۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب ستر الشہادتین کے صفحہ ۹۶ پر جنت کا نوحہ و بلا کر نبیان کیا ہے۔ اور جو مرتد جنت سے روتے ہوئے امام حسین پر پڑھا اس کے اشار نقل کئے ہیں۔ جنوں کا نوحہ ام المؤمنین بی بی ام سلمہ نے بھی سنا ہے (سواعق محرقة ستر الشہادتین)

الغرض شہادت حسین پر قدرتی آثار کے شواہد کتب میں محفوظ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کائنات کی ہر شے نے مظلوم کربلا کا سوگ منایا۔ جہاں رونے آہ و بکا کرنے، نوحہ و مرثیہ خوانی کرنے کی شہادت ہوگی وہاں سبذنی اور منہ پٹینا بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ روزانہ کا مشاہدہ ہے۔

۳۔ فرشتوں کی فطرت رونا پٹینا ہے یا نہیں؟ ہم اس کا جواب نہیں دیتے بلکہ اس اعتراض کو اہل سنت کے پیران پر غوث الاعظم، حضرت عبدالقادر جیلانی کی طے فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ گیارہویں والے پیر دستگیر اس کا جواب اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں ان الفاظ سے دیتے ہیں۔

"ھبط علی قبر الحسین بن علی یوم اصیب سبعون الف ملک ۱  
یکون علیہ لیل یوم القیامۃ" یعنی خدا کی طرف سے روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ اقدس پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے جو قیامت کے دن تک امام مظلوم پر گریہ زاری کریں گے۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۰۴)

اب العیاذ باللہ اگر کے فرشتوں کی فطرت کا سوال اپنے غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت جیلانی سے پوچھئے یا اللہ سے۔ ہم اتنے بڑے سوالات کا جواب نہیں دیتے۔

۴۔ ہر سال کیا آسمان تو ہر شام روتا ہے جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ آسمان کی سُرخی (شفق) جو روزانہ شام کو ہوتی ہے۔ یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے نہ تھی۔

ابن سعد کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی لکھا ہے کہ "حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد آسمان کے کنارے چھ ماہ تک سُرخ رہے۔ اس کی یہ سُرخی مستقل ہو گئی۔ جو شام کو دکھائی دیتی ہے۔ یہی آسمان کا ماتم ہے۔



بلکہ زنجیری ماتم ہے جو روز ہوتا ہے۔  
(سواعقِ عمرتہ مطبوعہ مصر قدیم ص ۱۱۲ بحوالہ فلاح الکونین)  
زمین کا ماتم اس سے ظاہر ہے کہ آج بھی وقت شہادت روزِ عاشورہ  
خاکِ کربلا سرخ ہو جاتی ہے۔

## دلیل نمبر ۱۸

اے مُفکرِ عجم گرچہ میرے پیر نہ ہوتے  
سما رحلِ دین کے تعمیر نہ ہوتے  
حسین کی قربانی سے زندہ ہے یہ اسلام  
مٹ جاتا اگر دنیا میں شبیر نہ ہوتے  
قاصی مظہرِ حسین ص ۱۸ کا جواب آخر  
۱۔ ان اشعار میں تو دعویٰ ہے نہ کہ  
دلیل۔

۲۔ اس کو ماتم سے کیا تعلق۔

۳۔ کیا دین کے محل میں رحمت اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کوئی ماتم کی اینٹ بھی لگائی ہے۔ یا دین کا عمل نماز، روزہ،  
صبر و رضا جیسے اعمالِ صالحہ سے تعمیر کیا ہے؟

۱۔ اشعار میں بلاشبہ دعویٰ ہے مگر یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں  
ہماری معروضات  
ہے۔ چنانچہ حکیم الامت علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است پس بنائے نالہ اگر دیدہ است  
نقشِ الہ اللہ بر صحرانِ نوشت سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت  
تارِ دما از زخمِ اش زانِ منور تازہ از بکیرِ او ایمانِ منور  
لے صبا سے پیکِ دُورِ اندگانِ احکِ ما بر خاکِ پاک اوریاں  
۲۔ حسین علیہ السلام کی شہادت نے اسلام کے مردہ جسم میں روحِ حیات

پھونکی۔ ماتم نے اس بے نظیر قربانی کو آج تک زندہ رکھا۔ تو کر حسین اور  
ماتم حسین کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جہاں حسین کے مصائب کا ذکر ہو گا  
وہاں ماتم حسین خود بخود برپا ہو گا۔

۳۔ یہ تنگ دل مُلا کی کوتاہ فہمی ہے کہ اس نے دین کو تبیح و مصلیٰ تک  
محدود کر رکھا ہے۔ لیکن سرورِ دو عالم سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ امّی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دین کے عمل کو تعمیر کیا۔ اس میں سماجی و معاشرتی فلاح کے  
عجز بھی بنائے۔ آپ نے ایسا معاشرہ عملاً تشکیل دیا جس میں رہن سہن  
اور باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے عمدہ طریقے تعلیم فرمائے۔ بین الاقوامی  
مدنیت اور شہری اخلاق کے تمام ضابطے اس معقول حکمتِ عملی پر متفق ہیں کہ  
بوقتِ مصیبت اظہارِ انوس کیا جائے۔ غم کے اوقات میں تعزیت کے جذبات  
کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس سے باہمی اخوت، آپس کی محبت اور کرداری خلوص  
کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس کے برعکس اگر بوقتِ صدمہ کسی ملول کے ساتھ  
بے رخی، عدم توجہگی اور اظہارِ مسرت کے ساتھ پیش آیا جائے گا تو اسے  
انتہائی سنگینی اور عداوت سے تعبیر کیا جائے گا۔ انتقالِ پُر طال تو بعد کی  
بات ہے۔ اسلام تو معمولی مریض کی عیادت و مزاج پرسی سے غفلت کی باز پرس  
کرتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسے معتدل و متوازن دین کو یہ کہہ کر بدنام کیا جائے کہ اس  
کو کفائی سببان پر کوئی رنجش نہیں ہوتی۔ اگر اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ صدمہ کے  
اوقات پر غم نہ کیا جائے۔ تو ایسے دین کو آج کی دنیا دین بے رحم سے یاد کرے گی۔  
چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردارِ مقدس سے  
یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اظہارِ تعزیت، ماتم داری اور سوگواری ایسے اعمال  
ہیں جن سے اسلامی معاشرہ میں بھائی چارہ، امن و سلامتی اور پُر خلوص دوستی  
کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ اگر محض نماز، روزہ اور دیگر عبادات ہی دین کیلئے  
کافی ہوتیں تو پھر رہبانیت کی مخالفت کر کے اسلام مادی دنیا کی جانب توجہ نہ دیتا۔



الغرض جس پاک معاشرہ کی تشکیل رسول پاکؐ نے کی تھی۔ اُمت کے ناخوار افراد نے اس کی بنیادیں بڑی جلدی کھوکھلی کر دیں۔ بنی امیہ کے قیصر و کسریٰ نے اس مقدس محل کو اس طرح متزلزل کیا کہ وہ منہدم ہونے سے بال بال بچا۔ اگر حسینؑ سہارا نہ دیتے اس کا حشر بھی آثارِ قدیمہ کے موافق ہوتا۔ گویا امام حسینؑ کی قربانی منہدم اسلام کی تعمیر کی بنیادی اینٹ تھی۔ عزاداری اس مایہ ناز قربانی کی یاد تازہ کرنے کا انتہائی ہمدردانہ طریقہ ہے۔ چنانچہ مفکر اسلام شاعر مشرقی ڈاکٹر اقبال جو درد ہر صبح کیا کرتے تھے اس کا آخری شعر یہ تھا

از فکر عاقبت رہی دم

جنس غم آل تو خیریم

یعنی مولا! میں عاقبت کی فکر سے چھوٹ گیا ہوں۔ کیوں کہ میں نے آپ کی آل پاکؑ کے غم کی جنس کو خرید لیا ہے۔

الغرض ہر سال بلکہ ہر وقت حضرت سیدنا شہداء سرکارِ امام حسینؑ علیہ السلام کے غم منانے کی تجدید و تاکید ضروری ہے۔ تاکہ پرستارِ ابنِ امیہ اس دستانِ معرکہِ حق و باطل کو طاقِ نسیاں میں نہ رکھ چھوڑیں۔ یہ فرزندِ رسولؐ کی شہادت ہے۔ محنتِ جگر بتول کا بے جرم و خطا یہیمانہ قتلِ عمد ہے۔ وہی رسولؐ کے نورِ نظر کی بے مثال قربانی ہے۔ بھول جانے والی کہانی نہیں۔ لاپرواہی اور بے اعتنائی کا مقام نہیں۔ جو لوگ اس کو منانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یا تو وہ محبتِ حسینؑ سے بے بہرہ ہیں۔ یا پھر قاتلانِ حسینؑ اور ظالموں کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ عزاداری حسینؑ سے نہ ہی کسی کو کس طرح سے کوئی نقصان پہنچتا ہے

اور نہ ہی تکلیف۔

عزاداری حسینؑ علیہ السلام شرعاً، عقلاً، اخلاقاً، تہذیباً، تمدناً اور ثقافتاً ہر لحاظ سے جائز، مباح اور موجب ثواب ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس کے بجا لانے کی مزید توفیق عطا کرے اور مخالفین کی اصلاح کرے۔ (آمین)

## خلاصہ جوابات (قاضی)

یہ ہے کہ مذکورہ ۱۸ دلائل میں سے کسی ایک دلیل سے بھی مروجہ ماتم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ ماتم عبادت ہوتا تو اولاً قرآن میں اس کا حکم صریح ہوتا اور ثانیاً احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح ہوتی۔ اور نفوذِ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتم کی مجالس بپا کرتے جیسا کہ نماز، روزہ وغیرہ عبادات پہلے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہیں۔

## جوابی تبصرہ

یہ فیصلہ قارئین پر منحصر ہے کہ مذکورہ ۱۸ دلائل سے ماتم ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن قاضی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا جواب آغا سید عاصمت حسین صاحب نقوی کی زبان سے سن سچے۔ اولاً بقول شما۔

”اگر قرآن حکیم میں ماتم کے جواز کی نص صریح موجود نہیں ہے۔ تو آپ ماتم کے حرام ہونے کی صریح نص پیش کر کے شیعیانِ تہذیب سے ایک لاکھ کی کثیر رقم انعام میں حاصل کریں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپ قرآن مجید سے ماتم کا حرام ہونا کبھی ثابت نہیں کر سکتے تھے یہ باز و میرے آزمائے ہوئے ہیں

امولائے ثبوت پیش کرنا بھی حرمت کے قائلین کا فریضہ ہے۔ کیونکہ جب تک



کسی چیز کی حرمت ثابت نہ ہو جائے تب تک شرعی قواعد کی رو سے اسے جائز و مباح سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کل شئی مطلق حتیٰ یرو فیہ عفیٰ یعنی جب تک شرعی کما لفت وارد نہ ہو اس چیز کو مباح سمجھنا چاہیے۔

ثانیاً کسی ایسی حدیث سے جو بلاشبہ زبان مبارک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی گئی ہو ماتم کا ناجائز یا حرام ہونا۔ انشاء اللہ الغزیز بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ سوائے ایسی حدیث کے جو بی اُمیہ حدیث و رکس (مشیکیں میں تیار کی گئی ہو۔ لیکن ایسی حدیث جو قرآن سے مطابقت نہ رکھے کسی مسلمان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

ثالثاً۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کی عملی تعلیم دی ویسے ہی اپنے مہرمان چچا حضرت ابو طالبؓ اور اپنی پیاری بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے سال وفات کو۔۔۔ عام الحزن کا نام دے کر یعنی سال بھر غم مناکر یونہی اپنے چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ پر خود روک اور انصاری عورتوں کو ماتم کا حکم دے کر نیز اپنے فرزند جگر بند حضرت ابراہیمؓ پر چشم مبارک سے اشک غم بہا کر مگر یہ ورکا کی سنت قائم کر دی۔

رابعاً۔ ہر سال صحابہ کے ساتھ احد کی گھاٹی میں شہدائے احد پر ناظم طہننے اور دعا کرنے کے لئے جانا۔ غم شہدائے ہر سال جلوس نکالنے کی عملی تعلیم نہیں تو اور کیا ہے ؟

دیدہ بینارکھنے والوں کے لئے تو اس میں سنت نبویؐ کے جلوے نظر آ رہے ہیں مگر سے دیدہ کو رکھ کر کیا آئے نظر کیا دیکھے

## مروجہ ماتم کے ناجائز اور حرام ہونے کے دلائل

(از قاضی مظہر حسین صاحب)

قرآن مجید میں کتنی آیات ایسی ہیں جن میں ایمان والوں کو صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔ اے ایمان والو! مدد حاصل کرو تم ساتھ صبر اور نماز کئے۔  
بیک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ (لقرو)

۲۔ اور مسلمان وہ ہیں جو سختی، تکلیف اور لڑائی میں صبر کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔ (پ)

۳۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ صبر کرنے والے سچے اور متقی ہیں۔ یہ کسی جگہ نہیں فرمایا کہ صبر چھوڑنے والے اور سینہ کو بلی کرنے والے سچے اور متقی ہیں۔  
یاماتم کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

۴۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور دنیویہ خرچ کیا اور وہ بھلائی سے بُرائی کو مٹاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت کا گھر اور بہشت ہیں۔ (پارہ ۱۱ سورۃ الرعد رکوع ۳)  
اس آیت میں نماز پڑھنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے کہ ماتم کرنے والوں کو۔

## جوابی دلائل

۱۔ سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ عزاداری منافی صبر نہیں ہے۔ اور حکم صبر



محافظت و عزاداری کی دلیل قرار نہیں پاسکتا ہے۔ اگر رونادھونا صبر کے خلاف ہے پھر قرآن میں سورۃ بنی اسرائیل میں کیوں کہا گیا ہے کہ گریہ زاری خشوع میں اسناد کرتی ہے۔ (دیکھیے چودہ مسئلے صفحہ ۵۵)

پس قیول آیات جو صبر سے متعلقہ ہیں ماتم کے حرام یا ناجائز ہونے کی دلیل میں برگز پیش نہیں کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ اگر عزاداری صبر کا متضاد ہے تو براہ نوازش آیات کا ترجمہ اس مفہوم سے کر کے عبارت کا ربط قائم رکھ کر دکھائیے۔

۳۔ اگر ماتم بے صبری ہے تو پھر جواب دیا جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طویل المدت ماتم داری جو کہ اس حد تک تھی کہ بقول قرآن مجید قریب بربلاکت تھی اُسے صبر جمیل کیوں کہا گیا۔

۴۔ قرآن حکیم سے تو غم منانا، سو گوار ہونا صبر کے اعلیٰ مدارج میں داخل ثابت ہے یعنی صبر جمیل ہے۔

۵۔ پختہ وقت و تلکین جذبات سے خدا سے دعا کرنا۔ نماز میں عبود خداوند کریم گرد گزانا۔ رو رو کر خضوع و خشوع میں اضافہ کر کے حاجت طلب کرنا تو عابدین کرام کا شیوہ رہا ہے۔ اگر یہ گریہ ناجائز ہے تو پھر خاصانِ خدا نے اس فعلِ حرام کا ارتکاب عین حالتِ عبادت میں کیوں کیا؟

پس آپ کا خود ساختہ مفہوم لغو ہے کہ عزاداری بے صبری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ آیت میں مستعمل لفظ کا ترجمہ مفسرین نے باین الفاظ کیا ہے۔

۱۰۔ مسلمانوں ا قوت پکڑ و ثابت رہو اور نماز سے اللہ کی راہ میں بے شک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی)

فی الحقیقت یہاں صبر کے معنی استقامت و ثابت قدمی ہی کے ہیں کیونکہ اہل آیت میں جہاد کا تذکرہ ہے۔ اللہ تو مجاہد ہے میں مسلمانوں کو پیر مضبوط کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور تاقی صاحب اس کو ماتم ذکر کرنے کی دلیل بنا رہے ہیں اب اللہ کی بات مائیں یا قاضی جی کی۔

اسی طرح دوسری آیت شریفہ کا ترجمہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تانوی سے پوچھ لیتے ہیں۔ آپ نے بتایا ہے کہ

”جو لوگ مستقل رہنے والے ہوں۔ تنگدستی اور بیماری اور قتال میں یہی لوگ (بچے) منتقی (کچے جاسکتے ہیں)“

اسی آیت کا ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث یوں کرتے ہیں کہ

”جو ٹھہرنے والے سختی اور تکلیف میں اور وقت لڑائی کے وہی سچے ہوئے اور وہی بچاؤ میں آئے۔“

یہاں بھی شاہ صاحب کا ترجمہ صحیح ہے۔ کہ جہاد میں جتنی سختی ہو، جنگ میں جتنی تکلیف کا سامنا ہوں۔ میدان میں ڈٹے رہو۔ بھاگو نہیں۔ بنیانِ مومن بن جاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی صبر سے مراد جہاد میں ثابت قدمی ہے اور میدانِ جنگ سے قرار بے صبری ہے۔ لہذا مجاہد غیر فرار کے ساتھ اللہ ہے اور وہی سچے اور منتقی ہیں۔ بھگوتے بے صبر ہیں ان کے جہاد کا خدا سچ اور تقویٰ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

اب چونکہ ماتم کرنا بے صبری ہونے کی دلیل ہی نہیں لہذا سید الشاہ ابی الحسنہ حضرت امام حنین کے ماتمی سچے اور جتنی ہیں اور یقیناً اللہ ماتم کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ماتمی مظلوم کے ساتھی ہیں۔ اور ظالم کے دشمن لہذا اللہ جو عادل ہے مظلوم گروہ کا ہی ساتھی ہے۔



۳۔ اب قاضی صاحب کی نقل کردہ تیسری آیت کا ترجمہ جس شاہ عبدالقدور محدث دہلوی کے قلم سے ملاحظہ کریں۔

”اور وہ جو ثابت رہے۔ چاہتے توجہ اپنے رب کی۔ اور کھڑی رکھیں نماز۔ اور خرچ کیا ہمارے دے میں سے چھپے اور کھلے اور کرتے برائی کے مقابلے میں بھلائی ان لوگوں کو ہے پچھلا گھر۔“

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ یوں ہے۔

”یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضا مندی کے جوہر میں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر بھی کر کے خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسین سلوک سے ٹال دیتے ہیں۔ اس جہان میں ٹیک لگایا ان لوگوں کے لئے ہے۔“

اگر ان مختلف تراجم پر تعصب اور تنگ نظری کو دور کر کے ایماندارانہ غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق مردِ جبر یا غیر مردِ جبر اہم سے کسی طرح بھی نہیں ہے۔ لہذا اپنی تفسیر بارائے کر کے ان آیات کو ماتم کے حرام دنا جائز ہونے کی دلیل بنانا نہ مستطیع خیانت ہے بلکہ شرعی جہالت بھی ہے۔ علمائے اسلام کے نزدیک خود ساختہ تفسیر قرآن حرام بھی ہے اور گمراہ کن بھی ہے۔

**دلیل چہام** ”اصول کافی مائیں کے نزدیک وہ مستند کتاب ہے جس کے مائیں پر یہ لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کے متعلق یہ فرمایا **هَذَا كَأَيْتٍ لِّشَيْعَتِنَا**“ (یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے)

اس میں یہ روایت ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ صبر بیان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ جسم کے لئے سر۔ پس جب صبر نہ رہے تو ایمان نہیں اسی طرح مثنیٰ امام شعبی بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین قبر رسول پر

جہا۔“ (اصول کافی ص ۱۱۱)

”اصول کافی“ شیعوں کی کتب اربعہ میں ہے۔ ہم اس کے **جواب** مستند ہونے سے انکار نہیں کرتے جیسا کہ آپ کی عادت ہے

لیکن امام مہدی کا یہ تحریر فرمانا کہ یہ شیعوں کے لئے کافی ہے۔ ہمارے دین پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ ہم ہر مرتبہ اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور صرف احقرانِ زمین نے اپنی کئی کتابوں میں اس کا حکم رکھا ہے۔ مگر پھر بھی آپ حضرات اس بات کو زیرِ مباحثہ ہمارے سر تقویٰ رہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طابع نے محض غبارِ فوالمکہ خاطر ہر جملہ امام سے منسوب کر دیا تھا۔ ہمارے دین تو قرآن کے بعد کتب خواہ وہ کتنی ہی مستند و بلند پایہ ہوں جو صحیح تک نہیں کہا گیا ہے۔ اور خود علامہ یعقوب گلپن نے اپنے مقدمہ میں اعتراف کیا ہے کہ اس میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات ہیں۔ جبکہ آپ کے دین صحاح ستہ سے مراد جو صحیح کتابیں مانی گئی ہیں ان میں صحیحین کا لقب بخاری و مسلم کو دیا گیا ہے جبکہ بخاری کا درجہ بعد از کلام باری آپ کے دین مشہور ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ بخاری رجال کشتی میں یہ روایت جو آپ نے دلیل بنائی ہے ضعیف قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ العقول شرح کافی جلد ۲ ص ۱۱۱ میں تحریر ہے کہ ”اثباتی ضعیف علی المشہور“ اور دلائل مسلمات ختم سے ماخوذ ہوا کرتے ہیں۔

ہم آپ کی اس دلیل کو یہ کہہ کر رد کرتے ہیں کہ اس میں منزلت صبر کا بیان ہے جبکہ صبر منافی عزاداری نہیں ہے۔ اور ہم اوپر صبر کے قرآنی معنی آپ کے مکتب فکر کی رو سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدمی رہے۔ نیز اس روایت سے ماتم کی حرمت اور عزاداری کا نا جائز ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔



## دلیل پنجم

امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ صبر اور مصیبت دونوں مومن کی طرف سے آتے ہیں۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جزع بے صبری مصیبت کافروں کی طرف سے آتی ہے۔ پس اس کو مصیبت آتی ہے تو وہ جزع کرنے والا ہوتا ہے۔

(فروع کافی جلد ۱ ص ۱۲)

اس سے ثابت ہوا کہ امام جعفر صادق کے نزدیک صبر کرنے والا مومن ہے اور جزع کرنے والا کافر ہے۔

## جواب

جلد ۲ ص ۹۲۔

۲۔ یا تو آپ صبر کے معنی سے بے خبر ہیں کہ غم و مصیبت پر خاموش رہنے والے اور گریہ و بکا نہ کرنے والے کو صابر کہتے ہیں جو شدتِ صدمہ کے باعث رونے یا پیٹنے سے وہ آپ کی نظر میں بے صبر ہے۔ یا پھر جان بوجھ کر تحریف معنوی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رونا پینا ہرگز بے صبری نہیں ہے۔ بلکہ وقتِ مصیبت خدا سے گلہ و شکوہ کر کے اس کو اس مصیبت کا ذمہ دار ٹھہرانا بے صبری ہے یعنی فاعل کے فعل پر تکتِ علم کے سبب بجائے اعتراض کرنا یا نکتہ چینی کرنا۔ میرے اس موقف کی تصدیق قرآن مجید میں موجود قصہِ خضر و موسیٰ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضر سے کہا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں کہ تم مجھے وہ باتیں سکھا دو جو تم کو علمِ لدنی سے حاصل ہوئی ہیں۔ حضرت خضر نے کہا تم میں صبر کی استطاعت نہیں۔ تم ایسی بات پر کہے صبر کرو گے جس کی تمہیں خبر نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ تم مجھے صابر بنا دو گے۔ میں تمہاری کسی بات میں مخالفت نہ کر مل گا۔ چنانچہ جب

حضرت موسیٰ نے کشتی میں سوراخ کرنے پر اعتراض کیا تو جنابِ خضر نے کہا میں دکھتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہی جواب جنابِ خضر نے حضرت موسیٰ کو اس وقت دیا جب انہوں نے قتلِ غلام پر اعتراض کیا۔ لہذا اس قرآنی قصہ کی روشنی میں صبر کے معنوں پر اس طرح روشنی ڈالی گئی کہ بے صبری فاعلِ عالم کے فعل یعنی بر علم پر اعتراض کرنے کو کہتے ہیں جس کا موجب لاعلمی ہوتا ہے۔

صبر کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کَفَّ النَّفْسَ عَمَّا لَا يَنْبَغِي۔ یعنی نفس سے امور ظہور پذیر نہ ہوں جو مناسب و موزوں نہیں۔ صبر در حقیقت رانی میں ہوتا ہے۔ یا با ساء و ضراء میں۔ رانی میں صبر مطلب ہے پیچھے دھکا نہ بھاگے۔

با ساء اور ضراء میں صبر یہ ہے کہ دکھ و تکلیف اور مصیبت میں غیر خدا کے سامنے خدا کی شکایت نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام باوجود جزع و فزع کے صبر جمیل کے درجہ میں رہے۔ وہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے دکھ کی شکایت اللہ ہی کے پاس کی اور یہ واقعہ گزشتہ اوراق میں سپردِ قلم کر چکے ہیں۔

پس مندرجہ بالا حقائق کی روش سے ثابت ہوا کہ جب تک خدا کے خلاف فیہ خدا سے گلہ و شکوہ نہ کیا جائے صرف رونا اور سینہ کو بی وغیرہ کہنا ہرگز بے صبری نہیں ہے۔

اس ضعیف روایت سے بھی معترض کی دلیل مضبوط نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں ماتم واری وغیرہ کی ممانعت کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ دو طبقوں کی علامت بیان ہوئی ہے کہ مومن مصیبت میں اپنے ایمان و ایقان پر ثابت قدم رہتا ہے اور اس کے پائے استقلال میں اغزش نہیں آتی جبکہ کافر مصیبت میں بے صبر بن



کا مظاہرہ کر کے خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ زیادہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ لوگ مصیبت کے اوقات میں واویلا و شور و شیعون کر کے تقدیر کو کوستے تھے اور اشعار میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت پر تنقید کر کے بے صبری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ اسی بات کو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس دلیل کو مردود قرار دیتے غلطی کا راستہ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ضعیف روایت سے استدلال کرنا خلاف اصول ہے جبکہ اس روایت میں بھی صبر و بے صبری کا بیان ہے جسے عہد اداری امام حسین علیہ السلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ غم حسین میں سوگوار ہونا منافی صبر ہرگز نہیں ہے۔

## جزع کی تعریف

**دلیل ششم** | اہل دیکھنا ہے کہ "جزع" کس کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے آدمی کا فرہر ہو جاتا ہے۔ تو اس کے متعلق بھی امام جعفر صادق کا فرمان موجود ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ ما الجزع فی غیر طریقہ الخ (فروع کافی جلد اول ص ۱۲)

یہ دریافت کرنے پر کہ جزع کیا ہے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ سخت جزع شر و فغاں اور بلند آواز سے چیخنے چلانے اور منہ اور سینہ پیٹنے اور پیشانی کے بال اکھاڑنے کو کہتے ہیں۔ اور جس نے فوج کی مجلسِ تمام کی اس نے صبر چھوڑ دیا۔ اور اسلام کے راستے کے خلاف پھلا۔

عزیم کا معنی ہے آواز سے رونا اور ویل کا معنی ہے مصیبت پر شور و فغاں کرنا۔ (غیاث اللغات)

نہ ہوائے مرد و جہ ماتم میں جو افعال کے جلتے ہیں اور جن کو پمفلٹ میں بابت قرار دیا گیا ہے اس کے متعلق امام جعفر صادق کا صریح فتویٰ ہے کہ ایسا کرنے والا صبر کو چھوڑنے والا اور اسلام کے خلاف چلنے والا ہے۔

۱۔ منقولہ روایت ضعیف ہے۔ اس روایت کے راوی

### جواب

سہیل بن زیاد کے بارے میں علامہ حلی نے کتاب الرجال میں تحریر کیا ہے کہ سہیل بن زیاد بالکل ضعیف اور فاسد الراویہ ہے۔

مرآۃ العقول جلد ۲ ص ۱۸ میں ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ فروع کافی میں خود اسے ضعیف بتایا گیا ہے۔ دیکھئے باب ۱۸ روایت ۱۸ کتاب الخباہر ص ۱۸۔

ب۔ کسی ضعیف روایت پر بحث کرنے کی اصولاً تو ضرورت نہیں رہ جاتی مگر ہم مناسب خیال کرتے ہیں اس روایت پر مختصر گفتگو پیش کریں۔

۱۔ فاضل معتمدی قاضی مظہر حسین صاحب نے یہ روایت غالباً اصل کتاب سے نقل نہیں فرمائی ہے بلکہ نقل و نقل کا عمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے اس کو "عن ابی جعفر علیہ السلام" سے شروع کیا ہے جبکہ فروع کافی میں "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام" ہے۔

۲۔ اصلی عبارت اس طرح ہے "عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قلت ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعیل ولطم الوجہ والصدر جزا الشر من النواجی اقام النواحی فقد تروى الصبر واخذ فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحسد للک عز وجل



فقد رضى بما صنع الله وواقع اجره على الله ومن لم يفعل ذلك  
جرى عليه القضاء وهو ذمير واحبط الله اجره (ضعيف)  
یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ کو اس پوچھنے پر بتایا کہ جس نے  
کیا ہے۔ فرمایا "شدید جزع" (جو حدود عادلہ سے باہر ہے اور ناجائز ہے)  
شروع فل و جیح و پکار کرنا، منہ پر طمانچہ مارنا اور سینہ کو مٹا کر کے بال نوچنا  
اور نوحہ کرنا یہ صورت ترک صبر کی ہے۔ اور طریقہ غیر اختیار کرنا ہے۔ اور  
جس نے صبر کیا اور استرجاع کیا (انا لله وانا الیہ راجعون کہا) اور  
اللہ کی عزت و جلالت کی حمد کی اور مشیت خدا پر راضی ہوا اور اپنا اجر اللہ پر  
رکھا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا حکم خدا تو جاری ہو کر رہتا ہے تو وہ قابل مذمت  
ٹھہرا اور اس کا اجر ختم کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو اس سے صحت یہی مطلب اخذ ہو سکتا  
ہے کہ کسی عام مصیبت پر مقررہ حدود سے تجاوز کر کے جزع کرنا بے صبری بھی ہے  
اور ناجائز بھی۔ زمانہ جہالت میں وقت عزاداری لوگ شور و شیون سے روکاؤ  
جیح و پکار کر کے اللہ تعالیٰ کی شان میں نازیبا اشعار بنا کر نوحہ کیا کرتے تھے  
یہ مذمت اُن ہی فرسودہ رسوم کی ہے۔ لیکن عزاداری امام حسین علیہ السلام سے  
خدا کی عزت و جلالت اور حمد کی حفاظت برقرار رہتی ہے۔ اور ہم عزادار  
اللہ کے خلاف کوئی جملہ شکوہ نہیں کرتے اور ہماری عزاداری "اشد الجزع"  
کے حدود تک نہیں پہنچتی ہے۔

ج۔ ہمارے اُن معصوم کا قول ہے کہ ہر جزع و فزع قبیح ہے مگر حضرت  
امام حسینؑ کے لئے یہ سب کچھ جائز ہے۔ لہذا شیعہ عام عزاداری کے برگز قائل  
نہیں۔ صحت محمد و آل محمد علیہم السلام کے مصائب پر ماتم کرنا عبادت محبت میں

اس تخصیص پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ ماتم قرآن و حدیث سے جائز ہے۔  
یہاں کہ قرآن مجید میں ہے کہ "اقوال سوع یعنی جزع و فزع وغیرہ مظلوم کے لئے  
جائز ہے۔ اگر ماتم مجرا بھی ہو تو بھی قرآنی اجازت ماتم حسینؑ کے لئے موجود ہے۔  
لہذا جب نفس قرآن موجود ہو تو پھر خلاف قرآن حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔

**دلیل ہشتم** | امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ مسلمان مصیبت کے وقت اپنے ران پر ہاتھ

مارے تو اس کا اجر و ثواب برباد ہو جاتا ہے۔ (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۱۱)  
۱۔ فروع کافی میں اس روایت کے آگے بھی ضعیف لکھا ہوا ہے

**جواب** | پھر بھی معترض اس کو دلیل بنا کر علمی مرتبت کا ثبوت پیش

کر رہے ہیں۔ مرآۃ العقول جلد ۲ ص ۹۲ پر اس روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے خلاف من لا یحضرہ الفقیہ، کتاب الطہارہ

باب التغزیہ میں ہے کہ "مصیبت زدہ جزع کرے یا صبر مصیبت کے وقت  
اس کا ثواب جنت ہے۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف میں متفق علیہ حدیث ہے کہ مسلمان کو جو مصیبت آئے

تلفیف پیچھے، حزن و ہم سے دوچار ہو جائے حتیٰ کہ کانٹا بھی لگ جائے خدا اس  
کے لئے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

۴۔ اگر اس روایت کو مان بھی لیا جائے تو صرف یہ مطلب ہوگا کہ ران پر  
ہاتھ مارنے سے گناہ کوئی نہیں محض مصیبت کا اجر جاتا رہے گا۔

۵۔ رسول کریمؐ کا ران پر ہاتھ مارنا صحیحین میں مرقوم ہے۔ پس ضعیف

روایت کا سہارا معترض کے لئے تنکے سے بھی کمزور ہے۔

**دلیل ہشتم** | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی وفات کے وقت



حضرت زناطلہ کو کہ میری وفات پر نہ نہ پٹینا اور بال نہ کھولنا اور ویل عویل سے نہ چھینا چلا نا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ قائم کرنا۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۱۸)

**جواب** ۱۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے ملاحظہ کریں مرآة العقول جلد ۱ ص ۵۱۲

۲۔ اگر حضورؐ نے حضرت زناطلہ کو رونے پٹینے اور نوحہ کرنے سے منع کیا ہوتا تو آپؐ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہؑ از ہر گز نوحہ و ماتم نہ کرتیں۔

۳۔ اہلسنت کی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۱۸ میں ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر پر وفات پائی اور حضورؐ کے ارد گرد جو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں پس انہوں نے پیٹ کر اپنے منہ سرخ کئے ہوئے تھے۔ اگر منہ پٹینا رسولؐ خدا نے منع کر دیا تھا پھر ان عذرات نے حکیم رسولؐ پر کیوں عمل دیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت آپؐ کی صاحبزادی سیدہ طاہرہؑ بھی ان عورتوں میں شامل تھیں۔ لہذا کم سے کم ان کو اس وقت تو نہ ہی ماتم کرنا چاہیئے تھا اور نہ ہی کرنے دینا چاہیئے تھا۔

۴۔ حضرت زناطلہؑ کے مرتھے اور نوحے کتابوں میں محفوظ ہیں جو انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے غم میں پڑھے۔

**دلیل نہم** ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہ سے کہا: "اے فاطمہ! جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واریدہ نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔

(جملہ الامیون مترجم اردو حصہ اول ص ۶ مطبوعہ مکتبہ)

**جواب** ۱۔ یہ روایت کافی کی اُسی روایت کا ترجمہ ہے جو گذشتہ دلیل میں لکھی گئی ہے اور اسے بحوالہ مرآة العقول ضعیف ثابت کیا گیا ہے۔

۲۔ لفظ معتبر میں ضعیف روایات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ اس اصطلاح کے موجد ہیں علامہ مجلسیؒ میں۔ خود انہوں نے اپنے رسالہ رجال میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ معتبر کا لفظ ضعیف روایات کو بھی شامل ہے۔ ملاحظہ کریں: "بدیۃ المؤمنین" درایت المحدث وغیرہ۔

۳۔ اگر سنیہ نے اپنی دختر کو ان امور سے منع کیا ہوتا تو ناممکن ہے کہ جناب سیدہؑ ان پر اصرار فرمائیں۔ لیکن شیعہ کتابیں تو میں ایک طے شدہ سنی کتب سے یہ ثابت ہے کہ نبی پاکؐ نے اپنے والد کے لئے گریہ و بکا ماتم و نوحہ خوانی فرمائی۔

۴۔ مشکوٰۃ باب الکلمات فصل ۲ ص ۲۲ میں ہے کہ حضورؐ کی وفات پر سیدہؑ نے یہ نوحہ پڑھا۔

یا ابتاہ اجاب و احیا اذ ادعاه۔ یا ابتاہ من جنت الفردوس ما واک  
یا ابتاہ الی جبریل نناہ۔

(یہ نوحہ بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۴ پر بھی درج ہے)

۵۔ مدارج النبوة رکن ۱ باب ۱۱ میں ہے "فاطمہؑ فقال کناں آواز بر آورد کہ یا ابتاہ۔ ولے بر من"۔

۶۔ مدارج النبوة میں سیدہؑ کے وہ مرتھے درج ہیں جو آپؐ نے حضورؐ کے انتقال پر طلال پر پڑھے۔ ان میں ایک شہر کا ترجمہ حاضر ہے۔

جب میرا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میں روتی ہوں۔ آپؐ کی قبر کی زیارت کرتی ہوں۔ نوحہ و شکوہ کرتی ہوں۔ الخ۔

۷۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ یہ روایات صحیح ہیں تو ان کا مطلب محض تسلی و تشفی ہوگا۔



ان میں حلال حرام کا پہلو نہیں نکلتا ہے۔

۸ عقل اعتبار سے یہ روایات اس لئے مجروح ہیں کہ ایسے اوقات میں باپ کا بیٹی کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کر کے بیٹی کے زخموں پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے جبکہ اگر ایسے مواقع پر لواحقین کو پُر امید رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور مایوس کن گفتگو سے اجتناب کیا جاتا ہے کسی غیر سے تو آدمی ایسی باتیں کریتا ہے مگر بیٹی کا رشتہ ایسا حساس واقعہ ہوا ہے اس سے ایسی گفتگو کرنا جلتی پر تیل ڈالنا ہوتا ہے۔

### دلیل دہم | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پس جمیع اہل بیت میرے اور بیٹیاں میری جبرائیل سے اشارہ اور سلام مجھ پر کریں جو حق اشارہ اور سلام کرنے کا ہے۔ اور آزاد بعد اسے نالہ و فوج نہ پہنچائیں۔ (جلال العیون ص ۱۷)

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نالہ اور فوج کرنے سے روکھ ہوتا ہے۔ لیکن یار لوگوں نے اسی کو عبادت جنت کا نشان سمجھا ہوا ہے۔

یہ روایت بھی پہلی روایت سے ملتی جلتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ گذشتہ روایت میں مخاطب حضرت زنا طہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور اس میں جمیع اہل بیت اور ازواج سے خطاب کیا گیا ہے۔ دوسری روایت بھی قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ غلاب واقعہ ہے۔ اگر آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیت اور ازواج کو فوج دہانہ سے منع فرمایا ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ افراد اس حکم سے سربازا کرتے۔ لیکن کتب معتبرہ میں روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی وفات حشر آیات پر اہل بیت، ازواج اور صحابہ نے آہ و بکا کی۔ ماتم کیا اور فوج و ریشہ خوالی کی۔

عارضۃ النبوة کہ باب ۱۳ ص ۲۳ میں لکھا ہے کہ "امہات المؤمنین بعد نالہ و فوج با وج نلک اشیر سانیدند و طالعہ از اصحاب آواز بر کشیدند و احمد زنا طہ گفت و احمد زنا طہ۔"

یعنی ازواج نبی نے نالہ و فوج برپا کیا کہ آواز آسمان تک پہنچی اور صحابہ کی ایک جماعت نے و احمد کے من کر کے فوج کیا اور زنا طہ ۱۲ اے مدینہ کر کے فوج کر گئی تھیں۔

حضرت عائشہ ام المسلمین نے فرمایا جب حضورؐ کی روح نفس غصری سے جدا ہوا اختیار کی تو آپؐ کا سر اندس میری گود میں تھا۔ پھر میں نے سواتل کو نکلیہ پر رکھا اور میں آٹھ کر عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی۔ میں اپنا منہ پیٹ رہی تھی۔ ۴

(سیرۃ حبلیہ جلد ۱ ص ۱۴۴، سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۴۴، تاریخ طبری ص ۱۹۱، مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۴۲ وغیرہ)

یہ بھی نے روایت کیا کہ "حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی عائشہ سے اُن کے گھر میں داخلہ کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر اندر آئے۔ رسول خداؐ فرش پر وفات پا چکے تھے۔ عورتیں ان کے گرد کھٹیں۔ اور انہوں نے منہ چھپایا۔"

(کنز العمال فی ذکر ما یعلق من موت رسول اللہ من اباب اربع۔ فی شمائل رسول اللہ من الکتاب اربع من خوف الشیخ)

پس اس طرح کی متعدد صحیح روایات کتب میں موجود ہیں جن میں آنحضرتؐ کی وفات پر جمیع اہل بیت، ازواج النبی اور اصحاب النبی امور عزاداری بجالائے۔ اگر آنحضرتؐ نے ممانعت کر دی ہوتی تو یہ بزرگ ہرگز نافرمانی نہ کرتے اور نہ ہی بقول شہما اپنے رسولؐ کو دکھ پہنچاتے۔ کیونکہ وہ ہم سے



بہتر جانتے تھے۔ کہ آنحضرتؐ کو انیادینا خدا کو ناراض کرنا ہے۔

اگر وہ لوگ رسوم عزا داری کا ارتکاب کر کے جنت کے نشان مانے جاسکتے ہیں تو پھر ہم غریبوں پر عتاب کس بات پر کہ ہم تو ان ہی نیک لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ لہذا ہمارے خلاف عزا داری کرنے پر کسی فتوے کو صادر کرنے سے پہلے خوب غور کر لیا کریں کہ اس کی زد سے حضرات اہل بیتؑ ازواج النبیؐ اور اصحاب رسولؐ بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ اور بات بہت دُور نکل جائے گی۔

**دلیل یازدہم** | اور شیخ طوسی وغیرہ نے بسندِ معتبر حضرت جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:-

”جب کوئی مصیبت پیش آئے تو مصیبت رسول خدا یاد کرو کہ ایسی مصیبت ہرگز کسی پر نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔“ (ایضاً جلاء العیون ص ۶۱)

تو جب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت شہادتِ حسین وغیرہ سب مصیبتوں سے بڑی ہے۔ اور ایسی مصیبت عظمیٰ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواجِ اہلبیت کو عموماً اور حضرت فاطمہؑ کو خصوصاً نوحہ کرنے اور منہ پٹنے سے منع فرما دیا تو پھر سانحہ کربلا کی یاد میں بھی یہ افعال گناہ ہوں گے نہ کہ عبادت اور اس قسم کی مجالس بپا کرنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آئے گی نہ کہ اطاعت۔“

**جواب** | اس روایت میں اولاً تو ایک لفظ بھی تحریم عزا داری کا مفہوم ادا نہیں کرتا ہے۔ بلکہ یہ روایت غم و اندوہ کی واضح دعوت دیتی ہے۔

اس انسانی فطرت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ جب کبھی بھی کسی کو دل پر چوٹ لگتی ہے یا سدم پہنچتا ہے یا کوئی مصیبت یاد آتی ہے تو اس کی آنکھیں

پر دم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ نارقتِ قلب کی دلیل ہے۔ اور اسی غم کے اثر سے حالتِ شہادت میں انسان بے اختیار سر و سینہ پٹکتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے المناک واقعات بناوٹات ذہنی توازن کو مودینے کا سبب بن جاتے ہیں خصوصاً نوجوان اور بچہ جیسے لوگ ایسے مواقع پر اپنے حواس پر قابو نہیں رکھتے اور قلبی جذباتِ حزن کے ہشت معن کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں اُن سے اگر کوئی نازیبا یا غیر مہذب حرکت بھی سرزد ہو جائے تو اسے قابلِ عفو سمجھ کر دنگزد کر لیا جاتا ہے۔ مگر ائمہ کے دشمنوں کی دشمنی فطرت سے بھی ہے وہ سینے پر دو ہاتھ مار لینے کو گناہ و بدعت سمجھتے ہیں لیکن اگر ان کے ہاں ایسے حالات میں کوئی تنگی تلوارِ تمام کر لوگوں کو تیغ کرنے کا ارادہ بھی کرے تو قابلِ پرسش نہیں بلکہ واہارِ عشق ہے۔

بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ جب بھی اس مصیبتِ عظیم کو دروفا شنا کوئی محب رسول یاد کرے گا تو اس کے دل پر یقیناً چوٹ پڑے گی اور لانا ماتم کناں ہوگا آلِ محمدؑ نے ہر مقام پر سب سے پہلے آپؐ کو یاد کیا اور آج تک اُن کے پیروکار اسی عمل پر کار بند ہیں کہ اپنی مجلس کا آغاز ذکرِ رسولؐ سے کرتے ہیں اور مسلسل کرتے رہیں گے۔ ہم نے گزشتہ دلائل کے جواب میں عرض کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے ازواج و اہلبیت کو عموماً اور بی بی پاکؑ کو خصوصاً عزا داری سے ہرگز نہیں روکا ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے وفاتِ نبیؐ پر فرمایا کہ یا رسول اللہؐ ہر بات پر صبر جمیل ہے مگر آپؐ کی وفات کے پرالم سانحہ پر صبر جمیل کیلئے نہیں۔ اور ہر جزعِ قبیح ہے مگر (آپسکے غم میں) نہیں۔

”ان الصبر الجمیل الا علیہ وان الجزع لقیح الا علیہ۔“

(نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ص ۲۰ بحوالہ ماتم اور صحابہ ص ۳)



آئے تو فرمایا یا رسول اللہ جزع کرنا آپ پر قبیح نہیں اور صبر کرنا آپ پر اچھا نہیں  
(تذکرۃ الخواص الامہ سبط ابن جوزی ص ۹)

الفرق اس مقام پر اتنی گذارش کر دینا کافی ہے کہ سافہ کر بلا کی یاد میں  
مجالس و ماتم کا اہتمام کرنا مخالفت رسول نہیں بلکہ سنت رسول ہے۔ کیونکہ آنحضرت  
نے خود اپنی حیات طیبہ میں امام حسین علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں عزاداری کر کے  
اس کو سنت بنایا جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ام المؤمنین بی بی ام سلمہؓ کا  
روز عاشور حضور کو خواب میں حالت عزاداری میں دیکھنا سنی کتابوں میں مرقوم  
ہے۔ ملاحظہ فرمائیں میری کتاب "چودہ مسئلے"۔

پس پیش کردہ روایت عزاداری کے ممنوع ہونے کی ہرگز دلیل نہیں ہے البتہ  
اس سے ثابت ہے کہ ہر مصیبت میں مصیبت رسول کو بڑی مصیبت سمجھو۔

## دلیل دوازہم:- امام حسینؑ کی آخری وصیت

جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کر بلا معلیٰ میں اپنی ہمشیرہ  
حضرت زینب علیہا السلام کو فرمایا کہ:-

"اے بہن! جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ:-  
"میری مصیبت مفارقت پر صبر کرو۔ پس جب میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ  
نہ پٹینا اور اپنے بال نہ چننا اور گریباں چاک نہ کرنا کہ تم فاطمہؓ زہراؓ کی بیٹی ہو۔  
جیسا انہوں نے پیغمبر خداؐ کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ تم بھی میری مصیبت  
میں صبر کرنا۔"

(جلال العیون مترجم باب قضایا کر بلا ص ۳۸۴)

یہ روایت احادیث میں سے ہے۔ اور اس کا مدرک بھی جلال العیون  
میں نہیں لکھا گیا ہے۔ صفحہ ۱ پر خود مولف جلال العیون نے

جواب

احضرات کیا ہے کہ اس کتاب میں غیر معتبر روایات بھی ہیں۔ اس کے علاوہ اس  
روایت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کلمات تسلی کی خاطر کہے گئے۔  
میں نے اس روایت پر اپنی کتاب "شیبہ مذہب حق ہے" میں بحث کر دی ہے جو  
ناہن صاحب ہی کے جواب میں ہے۔ چنانچہ اس روایت ہی میں ان جملوں کے بعد لکھا  
ہے:- "پس اہل بیت عصمت رافی الجملہ تسلی نمود و تہیہ سفر آخرت را راست کرد۔"  
یعنی امام نے اپنے اہل بیت کو فی الجملہ تسلی دی اور سفر آخرت کی تیاری کی۔ اگر امور  
عزاداری شرعی اعتبار سے ممنوع ہوتے تو یہ امر محال تھا کہ عذرات اہل بیت ان کا  
الٹا کر فرمائیں۔ چنانچہ جلال العیون ہی میں ایسی روایات موجود ہیں کہ بعد از  
شہادت حضرت زینب کبریٰؓ اور جناب ام کلثومؓ نے ماتم و نوحہ خوانی کی۔ مثلاً  
لکھا ہے کہ شہادت کے بعد جب ذوالجناح خیموں میں آیا تو فریاد بلند ہوئی۔ ہائے  
حسین حضرت امام کی ہمشیرہ جناب ام کلثومؓ نے سر کو پٹیا اور منہ پر کر کے داعیہا کے  
پہن کئے۔ (جلال العیون ص ۳۸۴) اسی طرح لکھا ہے کہ جب سیدہ زینبؓ خاتون  
کی نگاہ امام مظلوم کے سراک پر پڑی تو بی بی نے اپنا سر محل پر مارا کہ خون زمین  
پر پکھن لگا۔ اور آپ نے نالہ و فریاد کیا۔ (جلال العیون ص ۳۸۴) نیز تحریر ہے کہ  
دربار یزد میں جب حضرت ثانی زہراؓ کی نظر سر امامؑ پر اٹھی تو بے نقاب ہو گئیں۔  
گریبان چاک کیا۔ ایسے غناک لمحے میں فریاد کی کہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور ہائے  
حسین ہائے حسین کے بہن کئے۔ لیکن یہ شیعہ روایات ہیں۔ اب سنی روایات صحیحہ  
مقتل ابی مخنف سے عبارت ہیں کہ تو آپ بلا وجہ شیعہ کہہ دیں گے۔ منابع المودۃ  
کا درجہ آپ کو بلند نظر نہ آئے گا۔ لہذا ہم آپ کے حبیبتہ امام علاء الدین کثیر مشقی  
کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ جب میدان کر بلا میں دشمنوں  
نے خیمہ ہائے سادات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو امام عالی مقام کے پاس سیدہ  
زینب سلام اللہ علیہا تشریف لائیں اور دریافت کیا کہ ہمارے خیام کے باہر



یہ شور کیا ہے؟ امام نے فرمایا میں نے اپنے نانا رسول اللہ کو ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے اور آپ مجھ سے فرما رہے تھے کہ تم کل تک میرے پاس پہنچنے والے ہو گئے تھے ہی بی بی زینب نے اپنا منہ پیٹ لیا اور داویلا کیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد شہتم ص ۱۶۷ مطبوعہ بیروت)

اسی کتاب میں آگے لکھا ہے کہ جب بی بی ام المصائب صلوٰۃ اللہ علیہا نے اپنے برادر گرامی قدر سے وہاں اشارہ سماعت فرمائے جن میں آنجناب کی شہادت کا اشارہ تھا تو حضرت زینب کبریٰ نے منہ پیٹ لیا۔ گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۶۷ جلد شہتم مطبوعہ بیروت) اب سوال یہ ہے کہ بی بی صاحبہ امام پاک کی موجودگی میں دو دفعہ اہود بجالاتی ہیں اور امام ٹوکنے کی زحمت گوارہ نہیں فرماتے ہیں۔ کیا اس بات کا بین ثبوت نہیں ہے کہ شرعاً ان میں کوئی قباحت نہ تھی۔

اسی طرح ابن کثیر جیسے معتصب مؤرخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "قرۃ بن قیس سے مروی ہے کہ جب مستورات مقتل گاہ سے گزریں تو پھوٹ پھوٹ کر گرے کیا اور اپنے منہ پیٹے۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۹۱ تاریخ طبری جلد ۱ ص ۳۲ تاریخ کمال جلد ۱ ص ۹۷)

ابن کثیر جیسے کٹر سنی عالم اور جھگڑاؤ مؤرخ کا امام مظلوم کی مظلومیت پر سیدہ زینب کا ماتم تسلیم کر لینا آپ کی دلیل کے رد و دہونے کا منفی ثبوت ہے۔ واضح ہو کہ اگر یہ کہا جائے کہ پہلے دو عبادتوں میں قبل از وصیت عزاداری کا ذکر ہے تو جواب یہ ہے کہ اولاً ان ممنوعہ افعال سے امام پر ٹوکنے کا لازم تھا۔ دوم یہ کہ آخری اقتباس میں جمیع محدثات کا گریہ و ماتم بیان ہوا ہے جس میں سیدہ زینب کا شمول خود بخود دیا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ کتب سنیہ اور شیعہ دونوں میں وہ لوح

اور برقعے منضبط ہیں جو شہادت امام حسین کے بعد خواتین المہجین نے پڑھے۔ سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور حضرت بی بی زینب صلوٰۃ اللہ علیہا کے لوح ہات کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ عزاداری ممنوع نہیں ہے اور منقولہ وصیت بطور تسلی و ترحم تھی۔

## دلیل سیزدہم

"رونا غم کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اور خوشی سے بھی۔ خوف سے بھی اور محبت سے بھی۔ یہ انسان کے طبعی تاثرات ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے غم باقی رکھنے سے منع فرما دیا ہے۔ جب احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ اور ستر اصحاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پرچم نبوی کے سایہ میں کفار کے مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ جن میں حضور کے سگے چچا حضرت حمزہ بھی تھے اور ان شہداء کا مسلمانوں کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ بھی تھا۔ لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا۔ لَا تَحْزَنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا أَنْتُمْ إِلَّا غُلُوبٌ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ اور زخم سست ہوا ورنہ غم کھاؤ۔ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (پس سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

اس آیت کی پیشین گوئی کے تحت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیض و کسری جیسی کفار کی عظیم سلطنتوں پر غالب آ گئے۔ ان غالب آنے والی جماعت صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، اور شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کو خلافت راشدہ کی صورت میں یہ اسلامی غلبہ عطا فرمایا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

شکر مہا کہ معترض نے تسلیم کر لیا کہ رونا طبعی تاثرات میں سے ہے۔ لیکن فطری امر ہے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا کوئی

## جواب



حکم فطرت کے خلاف نہیں۔ کسی طبعی تاثیر کو روکنا غیر فطری کوشش ہوتی ہے۔ لہذا خدا پر یہ الزام لگانا کہ اس نے غم کو باقی نہ رکھنے یا رونے سے منع کیا ہے ایک جوہری جہالت ہے۔ جب آپ خود ہی مان رہے ہیں کہ کبھی غمگین ہوتا ہے تو نقطہ کبھی خوشی کے آئینہ نکل رہے ہیں کسی وقت خوف کے مارے محزون ہوتا ہے کبھی محبت میں اشک افشانی کرتا ہے یا مصیبت کے وقت گریاں ہوتا ہے تو اس کا حکم مطلب یہ ہے کہ وہ ولادت سے وفات تک روتا ہے۔ اس لیے کہ یہ تقاضائے فطرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رونے کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ: "کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور غبتے ہو اور روتے نہیں؟ اور تم کھیل کود میں لگے ہوئے ہو۔" (الحج ۲۴)

رونے کی تاکید تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ مگر کتاب الہی میں کسی جگہ انسان کو حالت غم میں رونے سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ خوف کی حالت میں حزن و ملال کے اظہار کرنے پر پابندی ضرور ہے۔ جنگِ احد کی جرمشال آپ نے وضع کی ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے غم نامدار سمیت ستر اصحاب با وفا کو جاہِ شہادت نوش فرمانے کی سعادت نصیب ہوئی اور بالآخر آپ کو مجبور ہو کرے اقرار کرنا ہی پڑا کہ شہداء کا مسلمانوں کا املا رسول اللہ کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ تھا۔ حالانکہ بقول شما امتحان پاس کرنے پر مسلمانوں کو صدمہ کی بجائے اظہارِ مسرت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھنا چاہیے تھی اور خوشی میں جھوم جھوم کر واہ واہ کے نعرے بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر افسوس زمانہ رسول میں ایسا نہ ہوا۔ مسلمانوں کے دلوں میں صدمہ قائم رہا۔

غم سے باز رکھنے کی جو دلیل آپ نے ساخت فرمائی ہے۔ اُسے کوئی بھی باہوش شخصی قبول کرنے کو تیار نہیں کیونکہ "ولا تھنوا" سے مراد کابل نہ ہو، مسرت

یہود کا مطلب حقیقی یہ ہے کہ "مہمت نہ بارو" اور یہی ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا۔ سیاق و سباق کے مطابق بات یہی ہے کہ احد کی شکست سے مسلمانوں پر دہشتہ ہو گئے تھے اور جی چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی حوصلہ افزائی کے لئے فرمایا ہے کہ مگر مہمت کسو، ہول نہ ہو اگر تم مومن ہو تو تمہیں فتح حاصل ہوگی۔ اس آیت میں عزاداری کا کیا تذکرہ ہے جو آپ نے اس کو اپنے دلائل میں شمار کیا ہے؟ اگر عزاداری کو حرام ہی قرار دینا خدا کی منشا میں ہوتا تو یہ بڑا صحیح موقع تھا کہ اس کی حرمت کا حکم نازل کر دیتا کیونکہ اس وقت پورا مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ رسول خداؐ نے بڑی حرمت و آرزو سے ماتم حمزہؓ کی فرمائش کی تھی اور انصاری غور توں نے پورے خلوص کے ساتھ حکم کی تعمیل کر کے دُعا کے خیر کا شرف پایا تھا مگر ایسی کوئی آیت نہ آتری اور زیر بحث آیت بھی حقیقت میں اظہارِ تعزیت و اثبوت ہے کہ خدا نے مسلمانوں کی وقتِ مصیبت پر ہولین کی ڈھارس نہ دھائی۔ حوصلہ افزائی فرمائی۔ تسلی دی۔ افسوس ہے کہ اور باتوں میں اہل مدینہ کے عمل کو حجت کہہ دیا جاتا ہے مگر عزاداری اور ماتم کے عمل کو اس حصہ سے محروم رکھا جاتا ہے۔

باقی رہ گئی غلبہ والی بات تو اس کا جواب باصواب تفصیلاً ہم "شیعہ مذہب" میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ وعدہ حضورؐ کی حیات میں پورا ہو گیا اور محض ارضی فتوحات کو کمالِ ایمان کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا نہ ہی خدا یا رسولؐ نے شرمات کو معیارِ ایمان میں داخل کیا ہے بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ خدا شخصِ خارجی سے اپنے دین کو تقویت دے۔ جیسا کہ بناری شریف میں حدیثِ رسولؐ ہے۔ یہ حال ان باتوں کا موضوعِ سخن سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لہذا ہم تردیدِ دلیل کے بعد اگلی دلیل نکھتے ہیں۔



دلیل چہارم **لا تَحْنُتْ وَلَا تَحْزَنْ** (پارہ ۲۰ سورۃ العنکبوت ۲۵)

”نہ خوف مگر اور غم محلا“

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خوف کو دل سے نکالنا مطلوب ہے اسی طرح غم کو دل سے نکالنا بھی پسندیدہ ہے۔  
آیت کے سیاق و سباق کو ترک کر کے اپنا مطلب نکالنے اور **جواب** دوسروں کے عقائد کو بدھن طعن بنانے کے لئے خدا کے کلام میں معنوی تحریف کر دینا علمی خیانت اور شرعی بددیانتی نہیں ہے؟ قاضی صاحب نے آیت کا ایک چھوٹا ٹکڑا لے کر ”حضرت لوط پیغمبر علیہ السلام کو ارشاد فرمایا“ لکھ کر جس دھوکہ دہی کا مظاہرہ کیا اس کے انجام کو ہم خدا کے لئے چھوڑتے ہیں۔ مگر ہم اس فریب سے پردہ چاک کر کے اپنا دینی فریضہ پورا کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اس قرآنی عبادت کا عزا داری کے ساتھ رتی برابر بھی واسطہ نہیں ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو خلاف فطرت فعل سے باز رکھنے کی پوری پوری کوشش فرمائی مگر اس بد بخت قوم نے اپنے نبی کی نصیحت پر کان نہ دھری اور اس مذموم فعل میں دن بدن ترنگی کرتے گئے۔ حضرت لوطؑ حجت تمام کرنے کے بعد بارگاہِ خدا میں ملحق ہوئے اور اس بدکار قوم کے لئے نازل عذاب کی سفارش کر دی۔ خدا نے اس کو منظور فرماتے ہوئے حسین و جمیل شکل میں اپنے فرشتے بھیجے جو حضرت لوطؑ کے پاس مہمان ہوئے۔ ان فرشتوں کے حسن و جمال کا نظارہ کر کے اس بدکردار قوم کے دل بے ایمان میں حرم بے جا پیدا ہوئی اور فرشتوں سے نامقبول حرکت کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ ان ناپاک عزائم کو بچاتے

ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کو پریشانی و تشویش ہوئی۔ چنانچہ جب فرشتوں نے نبی کی گنجراہٹ اور خوفزدگی کو دیکھا تو بطور تسلی فرشتوں نے کہا ”لا تَحْنُتْ وَلَا تَحْزَنْ“ کہ اے نبی! حق آپ خوفزدہ و محزون نہ ہوں۔ یہ کلمات فرشتوں کی زبان سے قرآن میں محفوظ ہیں جسے قاضی جی نے حکم خدا ظاہر کرتے ہوئے گول مول عبارت سے لکھ کر عزا داری کے ممنوع ہونے کا تاثر دینے کی جہنمی کوشش کی ہے۔

یہ سورۃ عنکبوت کی آیت ۲۵ کے درمیانی الفاظ ہیں۔ مولوی اشرف علی خانوی نے تفسیر حقانی کے حوالے سے اس آیت کا تفسیری ماسیہ لکھا ہے جو ہماری تائید میں ہے۔

اگر ایسے دلائل بنانے میں علمی کمال ہے تو پھر اس عبارت سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے **لا تَحْنُتْ** نہ خوف نہ لہذا خدا سے خوف کرنا بھی چھوڑ دیجئے۔  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو حکم ملا **دلیل پانچواں** **فَاِذَا نَحْنُتْ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَحْزَنْ فِیْہِ وَلَا تَحْزَنْ فِیْہِ** (پارہ ۲۰ سورۃ القصص ع-۱)

”پس جب تجھ کو اپنے بچے کا ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور نہ خوف کر اور نہ غم کھا۔ ہم پھر دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو پیروں سے۔“ یعنی چونکہ یہ تیرا بچہ پیغمبر ہونے والا ہے اس لئے کسی قسم کا غم کھانا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کے جوانوں کی سرداری ملنے والی ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں کسی قسم کا غم کرنا ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔

**جواب** ہمیں کم از کم ایک ناخبرہ کار طالب علم ہونے کی حیثیت سے قاضی صاحب سے صاحب جیسے کہنہ مشوق غلامانی مناظر سے یہ توقع بالکل نہیں تھی کہ



وہ معاملات دین میں بھی سیاسی مہکنڈوں کا استعمال کرتے ہیں اور پُر فریب و لائل وضع کر کے اپنے موقع کو صحیح ثابت کرنے کے لئے نہ ہی تفسیر بارائے سے اجتناب کرتے ہیں اور نہ ہی تحریف فی القرآن کی پرواہ کرتے ہیں جن ناپائیدار طریقوں سے وہ اپنے مدعا کو پیش کرنے میں پیش پیش ہیں۔ اہل علم حلقہ میں یقیناً وہ قابل اعتراض ہے۔ لیکن صفائی بیان کرنا بھی ہم پر ضروری ہے۔ لہذا تحریر کرتے ہیں کہ مجبوری ہے۔

قاضی صاحب نے اس دلیل میں پورا قصہ بیان کرنے سے گریز کیا ہے اور صرف غم نہ کرنے کو ثابت کرنے کے لئے بلا لحاظ سیاق و سباق آیت نقل کر دی ہے۔ اور ترجمہ کر کے کہا ہے کہ موسیٰ پیغمبر ہونے والے ہیں لہذا ان کی والدہ کو غم نہ کھانے چاہیئے۔ امام حسین علیہ السلام کے ماتم کی تحریم کے لئے یہ دلیل کتنی کمزور ہے اس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ چنانچہ پہلے واقعہ سنئے کہ سورہ قصص میں ہے کہ جب فرعون قبل از ولادت موسیٰ کی بہت شکستہ ہو گیا تو اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے کھاتھا۔ ان گروہوں میں کے ایک گروہ بنی اسرائیل کو اس طرح کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ اس ناحق قتل انبا بنی اسرائیل کی وجہ بنو میوں کی وہ پیش گوئی تھی جو اس کو بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک رول کا پیدا ہو گا جو اس کی سلطنت کی تباہی اور اس کی ہلاکت کا سبب ہو گا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت و وقوع پذیر ہوئی تو آپ کی والدہ کو ڈر و خوف ہوا کہ اگر اس پیدائش کا علم فرعون کو ہو گیا تو وہ اس بچے کو بھی تہ تیغ کر دے گا۔ اس وقت اللہ نے نبی صاحب پر وحی کی کہ تم اس کو اپنا دودھ پلاؤ۔ پھر جب فرعون کے ظلم کا غرضہ ہو تو بلا خوف و خطر اس بچے کو دریا کے سپرد کر دینا اور کسی قسم کا فکر و غم نہ کرنا۔ اس مفارقت پر کیونکہ

میں ضرورت تیار ہے بچے کو تیار سے پاس واپس پہنچا دوں گا۔ اور اس کو اپنا رسول بناؤں گا۔

اس قرآنی قصہ میں مادر موسیٰ کو ان کے فرزند کی عافیت و سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے تاکہ جو غم ماں کو فطری طور پر اپنے بچے کی جدائی یا ذبحائی کا ہے وہ بالکل رفع ہو جائے۔ اب جب خدا نے بذریعہ وحی والدہ محترمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بشارت دیدی کہ ان کے فرزند محفوظ از گزند رہیں گے تو بنی صاحبہ کا رنج و خوف دُور ہو گیا۔ لہذا کسی ڈر یا غم کا جواز ہی نہ رہا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کے لئے ایسی بشارت یا ایسا حکم کہاں ہے؟ آپ کے لئے خبر بھی شہادت کی ہوئی اور وقوع بھی شہادت ہی ہوئی۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں آپ کے نانا، والدہ، والد، بھائی اور دیگر عزیزان بھی گریہ زاری کی اور بعد از شہادت تو کائنات کی ہر چیز نے سوگ منایا۔ یہ دلیل اس صورت میں صحیح ہوتی اگر موسیٰ علیہ السلام شہید ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ ان کی والدہ کو ان کے غم منانے سے منع کرتا۔ تب آپ کہہ سکتے تھے اے ماتی لوگو! موسیٰ اللہ کے رسول تھے۔ ان کی شہادت پر خدا نے ان کی ماں کو غم منانے سے روکا ہے۔ لہذا تم بھی امام حسین کا غم نہ منایا کرو۔

دلیل شانزدہم **أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ**  
**يَحْزَنُونَ**

”خبردار اولیاء اللہ کی شان یہ ہے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

”عبادت تو اولیاء اللہ کی روحانی غذا ہوتی ہے۔ اگر غم و ماتم بھی عبادت تھا تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں ولاہم یحزنون نہ فرماتے بلکہ فرماتے کہ اولیاء وہ ہیں جو غم کی یاد گاریں منانے والے ہیں۔“



**جواب** اس آیت کے بعد یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سے خوفزدہ رہے۔ بشارت ہے ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اولیاء اللہ کے لئے بشارت ہے قیامت کین ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے چنانچہ قیامت کے روز جب تک میں تو کسی کو نہ ہی خوف ہوگا نہ غم اس بشارت کا اس دنیا سے کیا تعلق ہے اور اس آیت میں حضرت امام حسین کی یادگار منانے کی کہاں ممانعت ہے ؟

**دلیل ہفتہم** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غار ثور میں دشمنوں کی وجہ سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم لاحق ہوا تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار سے فرمایا :-

لَا تَحْزَنَنَّ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا لَا غَمَّ لَكَ مِنْ شَيْءٍ الْاَلِهَ بَارِئٌ مِّنْكَ (سورہ توبہ)

**جواب** میری کتاب "یار رسولؐ اور غار ثور" ملاحظہ فرمائیے۔ میری سمجھ سے یہ باہر ہے حضورؐ کا حضرت ابوبکرؓ کو لا تحزن" کہہ دینا امام حسین کے ماتم کو کہنے کی دلیل کیسے بن گیا۔ اگر اس امتناع سے مراد عوامداری سے ڈرنا ہے تو پھر بتائیے کہ حضرت ابوبکرؓ نے وفات رسولؐ پر غم کیوں منایا۔ حتمی کہ کہا گیا ہے کہ وفات رسولؐ سے حضرت ابوبکرؓ کی کمر ٹوٹ گئی۔ لکھا ہے کہ ہشتابی کی حضرت ابوبکرؓ نے اور وہ کہتے جاتے تھے مائے افسوس میری کمر ٹوٹ گئی۔" (مسند امام اعظم ص ۱۶۹)

نیز تحریر ہے کہ جب نبی کریمؐ نے وفات پائی تو لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ اور ان کے حالات مختلف تھے۔ حضرت عمرؓ اس گروہ میں سے تھے جو نبی کی مصیبت میں دیوانہ ہو گیا تھا اور عثمانؓ گونگے ہو گئے اور ابوبکرؓ کی دونوں آنکھیں برس رہی تھیں۔" (نزہۃ الناظرین ص ۲۹۳)

اب آپ حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے غم منانا چھوڑ دیا تھا یا نہیں۔ اسی فیصلہ میں دلیل کی تردید موجود ہے۔

**دلیل ہشتادم** اللہ تعالیٰ نے امتحانی معائب میں مبتلا کرنے کی حکمت بتلاتے ہوئے مومنوں کو تسلی دی ہے۔

لَکَیْلًا لَّکُمْ سُوْا عَلٰی مَا فَاَنَّا لَکُمْ وَکَلَّا لَکُمْ سُوْا اٰیٰہَا ۚ تَکَلَّمُوْا (سورہ الحديد ع ۱۹)

"تا کہ تم نہ غم کھاؤ اور اس چیز کے جو تم سے فوت ہو گئی ہے اور نہ اتر آؤ اور اس کے جو اللہ نے تمہیں دی ہے۔"

یعنی خوشی اور نعمت پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور تکلیف اور مصیبت پر غم نہیں کھانا چاہیے۔

ہم نے بھی جواب میں ماتم مروجہ کے حرام ہونے پر ۱۸ دلائل پیش کر دیئے ہیں جن میں آیات قرآنی، احادیث نبوی، ارشادات آئمہ اہل بیت امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ سے مراعات ثابت ہوتا ہے کہ آج کل شہادت کربلا کے سلسلہ میں جس ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے وہ شریعت محمدیہ کے اصول پر قطعاً حرام اور قبیح ہے۔ اس کا اس اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جس کے اصول کی سر بلندی کے لئے امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں اپنی اور اپنے عزیزوں کی جانیں قربان کر دی تھیں۔

(خادم اہل سنت والجماعت الاحقر مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد حکموال ضلع جہلم)

**جواب** یہ دلیل ممانعت عوامداری کے لئے اس لئے قابل قبول نہیں ہے کہ اس سے مراد نقصان پر کھپتاوے سے امتناع ہے۔ تکلیف اور مصیبت سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ عربی دان حضرات اس سے واقف ہیں کہ



زبان عرب میں "ما" کا استعمال غیر ذوی العقول کے لئے کیا جاتا ہے جبکہ ذوی العقول کے لئے "مَنْ" مستعمل ہوتا ہے۔ لہذا اس آیه مبارکہ کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیوی مال و متاع وغیرہ کے حصول پر اترانا نہیں چاہیے اور اگر کچھ اشیاء دولت ہاتھ سے چلی جائے ضائع ہو جائے یا کوئی نقصان و خسارہ ہو جائے تو اس پر حزن و ملال نہ کرنا چاہیے۔ اس آیت کا عزا داری اور ماتم سے نہ ہی کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ربط۔ لہذا دلیل کو دلیل کہنا بے دلیل ہے۔

الغرض ملک غلام عباس صاحب نے "ہم ماتم کیوں کرتے ہیں" میں جو اٹھارہ دلائل مرتب فرمائے آپ نے ان کی تردید کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف فرمایا۔ لیکن حق کو دباننا باطل کے بس میں نہیں ہے۔ اسے جتنا دبا یا جائے گا اتنا ہی ابھرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مجبوراً اس حقیقت کو ان الفاظ میں تسلیم کیا کہ "ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے"۔ آپ کے رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے" کا جواب دینا ضروری نہیں تھا۔ اس لئے کہ اس کا مدلل جواب آپ ہی کے شہر سے آغا سید واصف حسین صاحب نقوی دے چکے تھے۔ احقر نے بھی ان ہی جوابات کو بیشتر دہرایا ہے کیونکہ وہ لا جواب ہیں۔ آپ کی کتاب مسادرات الدارین تادم تحریر نظر سے گزردہ اسکی ورنہ اس کا بھی اس کے ساتھ پوسٹ مارٹم ہو جاتا۔ بہر حال ماتم کے حرام و ناجائز ہونے کے جو اٹھارہ دلائل آپ نے خود ساختہ کئے ہیں اور ان کے جواز میں قرآن مجید کی کچھ آیات، چند احادیث نبوی اور آئمہ اطہار کے مقوڑے سے ارشادات کو توڑ مروڑ کر جس طرح آپ نے ان کو اپنے عقائد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اس کی حقیقت افشا کر دی گئی ہے۔ تاکہ ایسے افراد جنہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے ناپختہ دلائل کا جواب کوئی شیعوں کی قیامت نہیں دے سکتا، ان کی آنکھیں کھل جائیں۔

آپ کے یہ ملکیالی فتوے کہ "ماتم کا رواج عام ہو گیا ہے۔ وہ شریعت محمدیہ

کے اصول پر قطعاً حرام اور قبیح ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں" عزا داری سید الشہداء پر قطعی طور پر اثر انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر منصف مزاج اسے عکس کرے گا کہ اسلام کی بقا و سر بلندی کو ماتم نے زینت بخشی ہے چنانچہ مظلوم نے میدانِ کربلا میں کشت اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کر کے اسلامی اصولوں کو سرفراز کر دیا ہے۔ سر توڑ کوششوں کا ماتم رکوانے میں سر بیٹ کر ناکام ہو جانا اس بات کی بجائے خود دلیل ہے کہ ماتم حسین مثلاً خداوندی کے عین مطابق ہے۔ لہذا ہم تو مخلصانہ طور پر یہی گزارش کریں گے کہ مظلوم کے ماتم کو بند کرانے کی کوشش ترک کر دیں۔ کیونکہ یہ کوشش حقیقت میں ظالم کے ظلم میں اس کی حمایت ہے۔ اور خدا ظلم کی طرف داری ہرگز پسند نہیں کرتا ہے۔ آپ سینماؤں میں دکھائی جانے والی بے راہ روی، ٹیلی ویژن کے اخلاق سوز پروگرام، شادی بیاہ کے ثلویانے، کھیل تماشوں کا شور و غل، بیٹربلجے و رنگ و رنگ ہر چیز کو برداشت کرتے ہیں مگر ہماری نگاہ میں یہ آج تک نہ آسکا کہ ماتم حسین سے آپ کو کیا پرغاش ہے۔ راہ خدا بادل غواستہ ہی سمیٹے ذکر حسینؑ کی مخالفت کر کے جذباتِ اخوت و محبت کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ ورنہ علانیہ بتائیں کہ ہمارا ماتم آپ کے لئے باعث پریشانی کیوں ہے؟ سینہ ہمارا نکمہ ہمارے۔ منہ ہمارا، زبان ہماری۔ تکلیف کہیں شکوہ نہیں۔ نہ ہی ہم آپ کو زیروستی و دعوتِ ماتم کہیں دیتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ پھر بلا وجہ ہمارے مذہبی و شہری حقوق کو ہمال کرنے میں آپ کو کیا حاصل کیا وصول ہے؟

اس احساس کے بعد اب ہم عزا داری کے مستحب و جائز ہونے پر ایک سو دلائل پیش خدمت کرتے ہیں اور قارئین کو دعوتِ غور دیتے ہیں کہ اپنی موابدید کے مطابق نتائج اخذ فرما کر حرام و حلال کا فیصلہ کر لیں۔



## ایک سو اثباتِ عزاداری

مصائب کے اوقات میں اظہارِ حزن و ملال اور اُن مصیبتوں کی یادگار قائم کرنا اور اسے آئندہ نسلوں میں باقی رکھنا اقوامِ عالم کا بہت قدیم دستور ہے۔ پبلک اور پرائیویٹ MOURNING (عام عزاداری) کا ہر ملک و قوم طریقہ جاری ہے۔ ہم بطور تمہید چند امور کو مفصل طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ مراسم عزاداری صرف فریعوں تک محدود نہیں بلکہ خطہٴ ارض میں مقیم تمام اقوام و مذاہب اپنے اپنے تمدن، ملکی اور قومی ثقافت کے مطابق اپنے اپنے بزرگوں اور سرداروں کی یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ اہل مغرب جو تہذیب و تمدن کی اعلیٰ ترقیوں اور سائنس و فلسفہ کی بالائی منزلوں پر فائز ہونے کے دعویدار ہیں وہ بھی اس فطری انہماک میں پابند رسوم و نظائر آتے ہیں۔ چنانچہ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:-

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا گھر** ہالینڈ کے مشہور اور قدیم گرجے میں حضرت عیسیٰ کے گدھے سے منسوب ایک گھر کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس کی زیارت آج تک بڑی عقیدت و احترام سے کی جاتی ہے۔

ہالینڈ کے ایک اور معبد میں ابنِ مریم سے منسوب عضو کا کوئی خاص جزو بڑی احتیاط سے محفوظ کیا گیا ہے۔ لاکھوں مسیحی عقیدت مند پورے علوم و نیت سے ہر سال اس کی زیارت بجا لاتے ہیں۔ شہیدیں اور جلوس یلیم کی مشہور اور قدیم قوم اپنے مراسم مذہبی

کو مختلف شکل و صورت میں بجا لانے کے لئے یورپ کی دوسری مسیحی برادری میں خصوصاً متاثر ہے۔ اُن کے سالانہ مراسم کے مختلف جلوسوں میں ایک عظیم الشان جلوس ولادتِ عیسیٰ کے متعلق واقعہ نذر تولد کا نکالا جاتا ہے جس میں حضرت مریم کی شبیہ۔ مسیح ابنِ مریم کو گود میں لئے ہوئے ان کے پہلو میں یوسف نثار اپنے ہاتھوں میں نذر کی بیت المقدس کے لئے دو کبوتر کے بچے لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تصویر یہی ولادت کے بعد حضرت مریم کے اول و خد بیت المقدس کی یادگار ہے۔ نبی اسرائیل میں اُس وقت یہ رواج تھا کہ پیدائش کے بعد ہر بچے کو پہلے بیت المقدس لاتے تھے، تو حسب دستور صلح کے لئے کبوتر کے دو بچے بھی ہمراہ لاکر چھائے جاتے تھے۔ (اپالوجی خرم محمد از ٹریون پورٹ۔ پیپل آف نیشن ٹی۔ ۱۷۵ ہینش) جلد ۱ ص ۲۶۸

**خونِ مسیح کی زیارت** یلیم کے مشہور شہر برگنز میں خونِ مسیح کی زیارت کا سالانہ جلوس بڑی حرمت اور شان و شوکت سے نکالا جاتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں عیسائی عقیدت مند پوری ارادت اور

نیک نیتی سے دو دراز مقامات سے آکر شرکت کرتے ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ شاہزادہ تھیوڈرک کاؤنٹ فٹ فلیٹڈرس بیت المقدس سے حضرت عیسیٰ کا ایک قطرہ خون اپنے ہمراہ لایا اور برگنز شہر میں ایک عبادت گاہ تیار کرائے اس میں ایک شیشہ کے اندر اس مقدس قطرہ کو رکھ دیا گیا۔ اب اسی شیشہ خون مقدس کا سالانہ جلوس نکالا جاتا ہے۔ مٹر ہینش کی تاریخ میں جو اس جلوس کی تصویر ص ۳۶۵ پر بنائی گئی ہے اس کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیشہ خون مبارک ایک عمارتی صندوق یعنی "قصرِ حج"



کی شکل میں رکھ کر اور خوب آراستہ و پیراستہ کر کے ہرگز شہر کے سرکردہ مذہبی پیشوائے سر و تنگے پاؤں اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں اور اس شہر عظیم کی تمام گلیوں اور بازاروں میں اس کا گشت کراتے ہیں۔ اس مقدس جلوں میں تمام سلطنت کا جلوس شاہی مع جلد شاہی خاندان بعد اعزاز و تعظیم اور تزک و احتشام برابر ساتھ رہتا ہے۔

(پہلا جہاز پیوپل آف نیشن ٹی۔ اے ہینشٹن ص ۳۵۶ جلد اول)

اب ہم بعد ادب قاضی صاحب اور دیگر مخالفین عزاداری سے انعام کے تقدس کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا فریج، تعزیر اور دیگر جلوس عزرا میں بالکل ہی سامان نہیں ہوتے؟ اس مقدس اہتمام کے سوا عزادار کوئی خلاف آداب و اخلاق سامان کی فراہمی تو نہیں کرتے کہ کسی کی دل آزاری ہو؟ بہت افسوس کی بات ہے کہ ممالک یورپ کے دوسرے فرحتے بشمول میانی گروہ جو اس طرح کے مراسم یا نہیں لاتے ہرگز بلجیم کے عیسائیوں پر انگشت اعتراض نہیں اٹھاتے اور ان کے ساتھ درپے فساد و آزار نہیں ہوتے مگر مسلمان گھلنے والی قوم جس کے دین کا نام ہی سلامتی پر ہے بلاوجہ عزاداری نو اسے رسول اسلام پر ماتم گساروں سے جی جان کا بیکر رکھتے ہیں۔ اے برادران اسلام! کچھ تو عفت و پکڑو۔ آنکھیں کھولو کہ ہم مظلوم کلمہ گو بھائی ہیں۔

سینٹ ویوولی قوم مسیحی مقیم مراکش کی شبیہ خاتون ہے۔ روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا

ہے کہ اس خاتون کا مقبرہ سیلاب آنے کے باعث دریا بڑھ گیا تھا معتقدان قوم بڑی تلک و دوسے اس کی باقی ماندہ اجزائے لاش کو جزیرہ کارسیکا سے جہاں اس کا صندوق جاگ اٹھا واپس لے آئے۔ ہر سال سات جنوری کو یہ دن منایا

کر بہت بڑا جلوس نکالا جاتا ہے اور شہر کے تمام گلی کوچوں میں تحصیل ثواب و برکت کے خیال سے پھرایا جاتا ہے۔ (پیوپل آف نیشن جلد اول ص ۳۵۶) سری لنکا کے ایک بڑے مندر میں مہاتما بدھ کا دانت محفوظ بدھ کا دانت مدفون ہے جس کی عظمت و حرمت کے خیال سے لاکھوں ہجرت کے پیر و کار ہندوستان، چین، جاپان اور دیگر ممالک دنیا سے آکر زیارت کرتے ہیں۔ (یادگار ص ۱۱)

تابلوت، تعزیر، صندوق تبت کے علاقہ میں ہر سال ایک عظیم الشان جلوس نکالا جاتا ہے جس میں اتنا بڑا مجمع ہوتا ہے

کہ اس کے برابر دوسرا نہیں ہوتا۔ یہ جلوس ایک غم کا مظاہرہ ہوتا ہے جو ولی عہد جاپان کی وفات کی یادگار میں ہر سال قائم کیا جاتا ہے۔ گو اس کی وفات کو ساتویں تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس کا صندوق قبر اس صورت میں بنا کر رکھنے میں تعزیروں کا ہم صورت ہوتا ہے اس عظیم الشان جلوس کے ہمراہ اٹھایا جاتا ہے۔ (پیوپل آف نیشن جلد اول)

ایڈورڈ ہفتم کی وفات پر سیاہ پوشی تاج برطانیہ کے شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے چھ مئی ۱۹۱۱ء کو انتقال

کیا۔ لیکن اس کی تعزیت برس دن تک جاری رہی۔ پورے چھ مہینے اس کی وفادار رعایا سیاہ پوش رہی۔ سیاہ کرپ اپنے بازوؤں پر باندھتی رہی۔ اور پورا سال تمام سرکاری مراسلات لفظی و خطوط کے طے سیاہ رہے۔ جس دن ایڈورڈ کو دفن کیا گیا اس وقت تمام ممالک اور قلعرو میں گورنمنٹ کا حکم تھا کہ ہر شخص اور ہر چیز عالم سکوت میں رہے چنانچہ اس وقت لوگ کہتے ہیں کہ سارے متحدہ ہندستان کی ہر تمام سلطنت برطانیہ کی ریل گاڑیاں جو جہاں تھیں پندرہ منٹ تک یہی ساکت رہیں۔



ہم نے غیر مسلم اقوام کی چند مثالیں اس ضمن میں اس لئے پیش کی ہیں کہ مسلمان  
 صالحین کی سالانہ یادگار قائم کرنے کی جن الاقوامی اہمیت واضح ہو سکے۔ چنانچہ  
 اس دورِ جدید میں جسے روشنی و تہذیب کا زمانہ سمجھا گیا ہے۔ رسوماتِ عزاداری کی  
 بجائے آدری کا دستور و قاعدہ ان کے مظاہرات کا خالص احترام، ان کے اظہار و  
 اعلان کا اہمیت بالشان انتظام اور تزک و احتشام ان کے مشاہدات میں عقیدت مندانہ  
 اور منکسہ انداز کا رواج تمام اقوامِ عالم میں بدستور قائم و دائم ہے۔ بین الاقوامی  
 برادری کے اس مشترک رواج کی موجودگی میں ہم شیعوں کی عزاداری پر اعتراض کرنا  
 بالکل بے جا اور غیر مناسب ہے۔ دیگر حقوق کی بات تو چھوڑیے۔ دنیا کے موجودہ  
 تمدن، قومی تہذیب اور ملی ثقافت نیز اصولی مساوات و آزادی اعمال مذہبی کے  
 نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہم مائتدیانِ آل محمد کو بھی اپنے شرعی و قومی امور و  
 رسوم کی بجا آدری میں دنیا کی دیگر تمام قوموں کی طرح پوری آزادی و یکسانیت حاصل  
 ہونا چاہیے۔ اور واضح ہو کر ہمارا قدرتی حق ہے جس کو نہ تو دنیا کا کوئی مصنوعی  
 قانون صلب کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کا بلا جواز احتجاج۔ کیونکہ ہم اسے اپنے  
 مذہب میں مداخلت سمجھتے ہیں۔

میری حیثیت کی انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ تمام دنیا میں اپنے اپنے  
 رواج کے مطابق عزاداری جاری ہے مگر جب ہم یہاں شہادتِ مظلومانہ فرزندِ رسول  
 مقبول ماتم داری کرتے ہیں سیاہ لباس پہنتے ہیں عالمِ حزن و ملال میں رہتے ہیں  
 زیموی آرام ترک کرتے ہیں غمِ مستحضر میں عالمِ صبر و سکوت میں رہ کر رونے دھونے  
 ماتم کرنے۔ نوحہ و مرثیہ خوانی کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرتے تو اس  
 میں کیا مجرا کام کرتے ہیں؟

حضرت امام حسین علیہ السلام کا عالمِ غربت میں درندہ صفت افواجِ شقیہ

کے زرع میں آجانا، اہل حرم کا بے کمی کی حالت میں در بدر کی ٹھوکریں کھانا،  
 پانی بند ہو جانا۔ سب بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے حتیٰ کہ شیر خوار فرزند کا بھوکا  
 پیاسا تیر ستم کھا کر جامِ شہادت نوش کرنا، پھر خود ایک ہزار سے زائد خوں  
 میں چھوڑ کر گھوڑے سے گر جانا اور زخمی حالت میں نماز ادا کرتے ہوئے کند خنجر  
 سے ذبح ہو کر ”ذبحِ عظیم“ کی تعمیر بن جانا۔ لاش کی بے حرمتی، انگشت تری کا مع  
 انگلی جکڑا ہو جانا۔ پھر مسلمانوں کا خیمہ ہائے خاندان رسالت میں آگ لگا دینا۔ سب  
 مال و اسباب لوٹ لینا۔ بچوں کا بے تابی و خوف سے اس طرح منتشر ہو جانا  
 جس طرح کسی تسبیح کے ٹوٹ جانے سے دانے بکھر جاتے ہیں۔ محذراتِ عصمت  
 کا مضطرب و پریشان حال ہو کر سایہِ رعافیت کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنا۔  
 ایک ہی بقیہ مر و ام زین العابدین علیہ السلام کا بیماری کی حالت میں قید ہونا  
 گلے میں طعق اور پیروں میں بیڑیاں پہن کر ہزاروں میل کی مسافت طے کرنا،  
 اور منزلِ بمنزل تازیانے کھا کر بددعا کے لئے ہاتھ دھواٹھانا، پھر عالمِ اسیری کی  
 رستوں سے جکڑی ہوئی بی بیوں کا اپنے عزیزوں کے سروں کو نیزوں پر بلند دیکھنا۔  
 پھر اسی حالتِ ندامت میں دیارِ بدیار پھرایا جانا۔ شہر کو فوج جہاں کچھ ہی سال پہلے  
 وہ شہزادیاں تھیں داخل ہو کر ابنِ زیاد کے دربار میں آنا اور لاشہائے شہداء  
 کا بے گورو کفن و شستہ بلا میں پڑے رہنا۔ سارے عراق میں پھرائے جانے کے بعد  
 شام کے شہر دمشق میں جا کر قید خانہ میں محبوس ہو جانا اور نیزہ بلیڈ جیسے  
 ناسق و شرابی کے دربار میں پانچ سو گرسی نشینوں کے سامنے مثلِ باندیوں کے  
 حاضر کیا جانا۔ حالتِ اسیری میں سکینہ بنتِ الحسین کا فوت ہو جانا اور اسی  
 پہلے گرجے میں گورِ غریباں میں دفن ہونا۔ کیا یہ ایسے واقعات نہیں ہیں جن کی ہمدردی  
 اور عزاداری یعنی پیگ موز ملک تا قیامت کی جائے؟ کیا یہ عزاداری خود جناب



مور کا سات کی تعزیت نہیں ہے؟ کیا ایسے زمانہ میں جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولادِ طاہرین پر ایسے سخت مصائب گذرے ہم کو مناسب یہی ہے کہ ان کو کھول کو کھول کر فادہ واہ کر کے موزوں کو داغ حسین و آفرین سے نوازیں اور مظلومین کو پُر سر و تعزیت کے لئے ہائے گھنے سے بھی اجتناب کریں۔ اگر واقفاً اسلام کی یہی تعلیم ہے تو پھر میں کہتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر ظلم کی پشت پناہی اور سنگدلی کا مظاہرہ اور کسی مکتب فکر میں نہیں ہے! اس وقت جب عزاداری کی مخالفت حسین کے نانا کا کلمہ پڑھنے والے لوگ کرتے ہیں سخت تعجب ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا کو مذہب غیر کے پیروکاروں نے عزت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ غیر مسلم تک اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ مگر مسلمان اس کو مٹانے کی فکر میں مصروف ہیں۔ ایک عیسائی مذہب شہور موعز گبن تحریر کرتا ہے کہ:-

”مدتِ مدید اور نامِ لبید پر بھی مظلومانہ شہادتِ حسین الیا واقعہ ہے جو محض بے جس قلب کے سامعین کی ہمدردی کو بھی جگا دیتا ہے۔ اس کی علامت یادگار شہادت میں اس کے معتقدین پر و ساکنانِ ایران اس کے روضہ پر جا کر اپنی جان و روح کو اس کی عزاداری اور غم خواری کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یعنی جان کو جان نہیں سمجھتے۔“ (عروج و زوالِ سلطنتِ روم از گبن مٹلا)

ہم نے اپنے تمہیدی بیان میں عمومی عزاداری کو بین الاقوامی سطح پر جاننے کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے عزاداری سید الشہداء حضرت امام حسین کی خصوصی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی۔ اب ہم اپنے دلائل بیان کرتے ہوئے ابتدائے آفرینش سے امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کا رواج ثابت کرتے ہوئے دین اسلام میں اس کا استحباب پایہ ثبوت کو پہنچاتے ہیں اور اس سلسلہ

ایک سو دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان میں عقلی دلائل بھی ہیں اور نقلی دلائل بھی۔ تاریخ عالم، الہامی کتب، اسلامی کتب اور قرآن و حدیث سے استدلال کر کے یہ اثبات بغرض غور و فکر مدبرہ قارئین ہیں۔

## ثبوت عزاداری کا امام حسین کی عزاداری کرنا

ما خلاصہ معنی یہ ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ آدمؑ نے عرش کے پہلو میں چند کلمات کہے دیکھ جبریلؑ نے وہ کلمات یہ کہہ کر ان کو یاد کر لئے کہ ان کلمات میں ہمارے نبیؐ اور ان کی آلِ پاکؑ کے نام ہیں۔ آپ خدا کو ان (ناموں) کا واسطہ دیں اور اس طرح مناجات کریں۔

”یا حمید حق محمدؐ یا عالی حق علیؑ یا فاطر حق ناطقہ یا حسن حق الحسن و الحسین علیہم السلام“

چنانچہ آدمؑ نے ان ہی کلمات کی خدا کو سونگند دی۔ جیسے ہی امام حسینؑ کے نام پر پہنچے تو آپ کے قلب میں غم کی آگ بھڑک اٹھی اور آنسو آنکھ سے بہنے لگے۔ تو جبریلؑ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ پانچویں نام کے ذکر میں میا دل پھٹ گیا۔ اور آنسوؤں کی سیل جاری ہو گئی۔ جبریلؑ نے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا ایسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گا کہ تمام مصیبتیں اس کے سامنے کمتر ہیں۔ آدمؑ نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ جبریلؑ نے کہا وہ میرا، ایک و تنہا قتل کیا جائے گا۔ اس کا کوئی ناصر و معین نہ ہو گا۔ اور



اے آدم! اگر تم اس کو اس حالت میں دیکھو کہ وہ فریاد کرتا اور چلا تاہو کہ ہائے میری پیاس اور میری قلتِ انصار و غربت یہاں تک کہ اس کی پیاس دعویٰ کی طرح آسمان و زمین میں پھیل جائے اور کچھ کہیں نہ دکھائی دے اور کوئی شخص اس کو سوائے تلوار اور شراب مرگ کے جواب نہ دے اور اس کو مثل گو سفند کے سر کے پیچھے سے ذبح کرے اور دشمن اس کا مال و اسباب لوٹ لیں اور اس کے اور اس کے اصحاب کے سروں کو نیزے پر تمام شہروں میں مع اس کی عورتوں کے پھرائیں اور ایسے ہی ابتداء سے خدائے واحد و متان کے علمِ مشیت میں گذر چکا ہے۔

(ناسخ التواریخ بحوالہ الدر الثمین زیر تفسیر آیت قتلے ادم من ربہ کلمات ... بحوالہ واقعات کربلا کے اسباب روحانی ص ۵۲، ۵۳)

حضرت آدم علیہ السلام کا حسین مظلوم پرگریہ کرنا اور دل شکافتہ ہونا اور امین وحی کے حضرت جبریلؑ کا ذکرِ مجلس عزائے حسین بننا اور معصوم نبی جناب ابوالبشر آدم صلی اللہ و خلیفۃ اللہ فی الارض علیہ السلام کا عزادار بن کر مجلس سننا، ثابت کرتا ہے کہ عزاداری معصومین کی سنت ہے۔

**ثبوت ۲۔ ذکرِ شہادتِ حسینؑ، ذکرِ جبریلؑ، عزادار حضرت نوحؑ اور کشتی نوحؑ کا خون رونا**

صحابی رسول حضرت انس بن مالک سے مروی عامری ہے کہ سفینہ نوحؑ کی

صنعت و صنعت کے دوران جب کشتی میں پانچویں کیل لگانے کا وقت آیا تو یہ ہوا کہ ”جب پانچویں کیل ٹھونکنے کی نوبت آئی اور حضرت نوحؑ نے کیل رکھ کر ہتھوڑے سے ٹھونکا تو فوراً ایک نور پیدا ہوا اور اس سے خون ٹپکنے لگا۔ حضرت جبریلؑ نے کہا یہ خون ہے اور شہادتِ حسین کے واقعات اور امت کے ظلم و جفا کے سلوک تفصیل سے بیان فرمائے۔“

(ناسخ التواریخ بحوالہ محمد نجار (تاریخ) منقول از واقعات کربلا کے اسباب روحانی ص ۵۵)

جبریلؑ کا ذکرِ شہادتِ حسینؑ کرنا، نوحؑ کا عزادار بن کے سننا اور کشتی سے خون کا ٹپکنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عزاداری سید الشہید علیہ السلام معصوم فرشتے، پاک رسول اور تعلقِ انجاء کے نزدیک جائز ہے۔

**ثبوت ۳۔ ذکرِ شہادتِ حسینؑ کا، ذکرِ خودِ خدا سو گوارا ساری کائنات، عزادار خلیلؑ خدا**

(حضرت ابراہیمؑ کی عزاداری)

”إِنَّ هَذَا لَهَوُ الْبَلَاءِ الْمُبِينِ قَدْ نَبَاكَ بِذِيحِ عَظِيمٍ۔“  
بیشک یہ امتحان روشن ہے اور ہم نے (اسلیلؑ) کو ایک بڑی قربانی کے عوض پائیایا۔

ربط بطنی مشیتِ الہی ہے۔



جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل اللہ کو یہ فرمایا تو حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے دریافت کیا کہ "بڑی قربانی" کیا ہے۔ جواب ملا اے ابراہیمؑ تیرا فسرزد (اسمعیلؑ) خاتم النبیین کے نور کا حامل ہے۔ اس لئے ہم نے تیرا امتحان لے کر اسمعیلؑ کو بچا لیا۔ پھر خدا نے اپنے خلیلؑ کی نگاہوں سے حجاب دور کر کے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطہار علیہم الصلوٰۃ کا رتبہ جلیلہ مشاہدہ کروایا۔ (نُزِی اِبْرٰہِیْمَ، مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ۔ یعنی اور ہم نے ابراہیمؑ کو نظام آسمانی دکھانے کے مناظر ان کے پیش نظر فرمائے) تو ابراہیمؑ ان برگزیدہ ہستیوں کی یہ منزلت ملاحظہ کر کے بہت محظوظ ہوئے اور حضرت امام حسینؑ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ جواب ملا کہ یہ اسمعیلؑ کے نرزد کا بھتیجہ یعنی دختر حضرت محمد مصطفیٰ کا فرزند حسینؑ ہے۔ اے ابراہیمؑ! تم اپنی ذات کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا محمد مصطفیٰ اور ان کے جگر پارہ امام حسینؑ کو۔ جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ خداوند میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے زیادہ اور امام حسینؑ علیہ السلام کو اپنے نور نظر اسمعیلؑ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ اے ابراہیمؑ! اسمعیلؑ کا فدیہ عظیم یہی ہے اشد قیلے امت اس کو مع اس کے کسں بچو گے تین دن کا بھروسہ کا پیاسا غربت اور بے کسی کی حالت میں نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید کر دیں گے جس کو دیکھ کر شجر و حجر آسمان و زمین وحوش و طیور روئیں گے۔

جب خلیلؑ خدا نے یہ واقعہ سنا۔ شدت تعلق سے آپ پر عالم گریہ طاری ہوا۔ اور سرور شک غم بدایے مبارک سے جاری ہوئے۔ خطاب کیا کہ اے ابراہیمؑ!

امام حسینؑ کی مصیبت کو سن کر رونا اسی کے ثواب کے برابر ہے جو اسمعیلؑ کی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔

ماخوذ از دلیل عزازت ۹۰ رسالۃ المبین باسناد مناسیح الطالبین امام حسینؑ رضی اللہ عنہما۔ تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوة ملا معین لاہوری۔

حوادث روزگار ابوالحسنات محمد احمد قادری وزیر خاں مسجد لاہور۔

پس روایت بالا کی روشنی میں ثابت ہوا کہ امام حسینؑ کی مصیبت کو سن کر گریہ و بکا کرنا اتنے ثواب کا حامل ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو جناب اسمعیلؑ کی قربانی کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ لہذا عزا داری امام حسینؑ علیہ السلام نہ صرف ایک بات ہے بلکہ ملائکہ و اولوالعزم پیغمبروں کی صفت ہے۔ ملت ابراہیمی کے دائمی پر لازم ہے کہ اسوہ خلیلؑ کی مخالفت نہ کرے اور تسلیم کر لے کہ عزا داری شیعہ منشا ایزدی کے مطابق باعث ثواب بے حساب ہے۔

## ثبوت ۲ غم حسینؑ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خون بہنا

موسیٰ علیہ السلام کا ہمراہ حضرت یوشع بن نون زمین کر بلا میں گذر ہوا۔ اتفاقاً آپ کی نعلین پھٹ گئی۔ اور اس کا تسمہ بھی ٹوٹ گیا (اس وجہ سے آپ کے پاؤں میں ایک سحت کا ٹاٹا گڑا اور خون نکل پڑا۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی پروردگار میں نے کیا خطا کی جس کی یہ سزا ملی؟ وحی آئی۔ اے موسیٰ! یہ وہی مقام ہے جہاں حسینؑ قتل کئے جائیں گے۔ اور اسی مقام پر ان کا خون گرایا جائے گا۔ پس اس وقت تمہارا خون بھی انہیں کے خون کی موافقت



میں بہا ہے۔ موسیٰ نے عرض کی حسین کون؟ ندا آئی حضرت محمد مصطفیٰ کے  
نواسے اور علی مرتضیٰ کے فرزند۔  
(ناسخ التواریخ جوالہ واقعات کربلا کے روحانی اسباب ص ۵۵)  
پس روایت منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کی موافقت  
میں خون کا بہہ جانا مشیتِ ایزدی کے موافق ہے۔

## ثبوت ۵: شہادتِ امام حسینؑ پر خاتم المرسلین محمد مصطفیٰؐ کی عزاداری

مشکوٰۃ شریفین میں حضرت ام الفضل زوجہ حضرت عباسؑ سے صاحب  
المعجم بنوی نے انس بن مالک سے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب  
میں حضرت علیؑ سے، ترمذی نے اپنی صحیح میں، امام احمد بن حنبل نے مسند میں۔  
امام بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس سے، حافظ ابوالنعمان اسماعیل بن  
راہویہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے دہلی نے معاذ ابن جبل سے،  
ابن سعد نے طبقات میں حضرت عائشہ سے، طبرانی نے حضرت ام المومنین  
زینب بنت جحش سے۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس،  
ابن حجر مکی نے صواعق محرقة میں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے  
سراشہادیتین میں اور لا تعداد مستند و معتبر کتب میں نامور علمائے متواتر  
احادیثِ رسولؐ سے واقفہ کربلا کی چہنشین گویاں نقل کی ہیں۔ جن میں صریحاً  
تقریر ہے کہ رسول اکرمؐ نے قبل از شہادت امام حسینؑ واقعاتِ شہادت  
میان کر کے خود گریہ و بکا فرمایا اور سنے والوں کو رلایا۔ یعنی اسلام میں

مجالس عزائے حسین علیہ السلام کی بنیاد خود اپنے دستِ مبارک سے  
رکھی۔ اور امام حسین کے سو گواروں کو حبش کی ثارت دی۔ لیکن اس مقام  
پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزاداری کا ثبوت بعد از شہادت امام  
حسینؑ صحاح ستہ میں کی ایک صحیح سے پیش کر کے عزاداری کو رسولؐ کی  
نعلی سنت ثابت کریں گے۔ تاکہ حجت کامل ہو۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ:-  
”ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ  
روتے ہیں اور آپ کے حشر اقدس اور ریش مبارک پر خاک پڑی ہے۔  
میں نے دریافت کیا۔ جواب دیا کہ ابھی حسینؑ قتل ہوا ہے۔ اور ایسا ہی خواب  
ابن عباسؓ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ آپؐ غبار آلودہ ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ  
میں ایک شیشہ ہے۔ جس میں خون بھرا ہے۔ فرمایا آج میں دن بھر اُسی کے  
پچھے رہوں گا۔ (یعنی دن بھر جمع کرتا رہوں گا) پس لوگوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ  
حسینؑ اُسی دن امام حسینؑ قتل ہوئے جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کربلا میں جو  
ملک عراق کی زمین کوذ کے پاس ہے اور وہ مقام طغ کے نام سے مشہور ہے  
امام حسینؑ کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا اور بعضوں نے اس شخص کے علاوہ  
اور دوسروں کو بھی بتلایا ہے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ محرم کی دسویں تاریخ سال ۶۰ھ  
آپ کا سن چھپن برس کا تھا۔ جب آپ کو قتل کر چکے تو سر آپ کا یزید کے  
پاس بھیج دیا گیا۔ جب منزل پر آئے تو شراب خواری میں مصروف ہوئے۔  
اس اثناء میں ان کے سامنے دیوار سے ایک ہاتھ لکھا جس میں قلم تھا جس نے  
خون سے ایک سطر لکھ دی وہ یہ شعر تھا  
”جن لوگوں نے حسینؑ کو قتل کیا۔ کیا وہ ان کے نانا کی شفاعت کی  
امید کرتے ہیں؟“



## ثبوت ۱۔ محبت حسینؑ میں اشکِ عزابہانا تو کجا رسولؐ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کر دیا

ملا جامی نے شواہد النبوة میں سید اشرف جہانگیر نے لطائف اشرفی میں صاحب سعادت اکلومین فی فضائل الحسینؑ نے اپنی کتاب میں معتبر اسناد سے تحریر کیا ہے کہ مشہور ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ایک زانو پر اپنے نور العین حسینؑ اور دوسرے زانو پر اپنے فرزند ابراہیمؑ کو بٹھائے تھے۔ ناگاہ حضرت جبرائیلؑ نے پیغام پہنچایا کہ یہ دونوں آپ کے پاس نہیں رہ سکتے ان میں سے (کسی) ایک کو اختیار کیجئے۔ نہایت افسوس کی جگہ اور غور کرنے کا مقام ہے کہ دو پیاروں میں اس قسم کا فیصلہ کس کا تلب کر سکتا ہے۔ ایک بیٹا، دوسرا بیٹی کا بیٹا۔ لیکن واہ رے حسینؑ کی محبت۔ جس پر دل نے کسی طرح ابراہیمؑ کو حسینؑ پر ترجیح نہ دی اور حسینؑ ہی کو اختیار فرمایا۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیمؑ نے انتقال فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کی نظر امام حسینؑ پر پڑتی تھی تو آپ جوش کے ساتھ فرماتے تھے۔ اھلا و مرحباً بمن فدیته بابنی مبارک اور خوشگوار ہو۔ اے میرے وہ پیارے جس پر میں نے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔“

(رسالہ البلا المبین ص ۱۲)

پس محبت حسینؑ میں رسول الثقلینؐ کا اپنے فرزند دلبند کو قربان کر دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ حسینؑ کی محبت میں کسی بھی قربانی سے دریغ

نہ کیا جائے۔ جبکہ عزاداری اس اشارے سے بہت ہی کمترین درجہ رکھتی ہے۔

## ثبوت ۲۔ غم حسینؑ میں امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السلام

اور روح اللہ جناب علیؑ علیہ السلام کی سوگواری

مصنفین کے سفر کے دوران جب حضرت علیؑ علیہ السلام مع اپنے لشکر کے کوفہ کا پل پار کر کے مسجد ابوسرہ میں داخل ہوئے تو وہاں نماز ادا کی اور تسبیح پڑھی۔ پھر سرزمین بابل پر پہنچے تو اپنے لشکر کو وہاں سے تیزی سے گزر جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہاں ایسا واقعہ پیش آئے گا جس میں بہت سے زندہ آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔ یہ سن کر اہل لشکر نے بڑی عجلت میں یہ سفر کیا۔ جب آپؑ کو بلا کے مقام پر پہنچے تو دریائے فرات کے کنارے جہاں چند کھجوروں کے درخت تھے تشریف لے گئے۔ اور عبد اللہ ابن عباسؓ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ کون سی جگہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس مقام کو نہیں جانتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اے عبد اللہ! اگر تم کو معلوم ہو جائے یہ کون سی اور کیسی سرزمین ہے تو تم بے اختیار زار زار روؤ۔ پھر ارشاد فرما کر خود حضرت علیؑ اتار دئے کہ محاسن مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا افسوس ہے میرے ساتھ آل ابوسفیان نے کیسی عداوت اختیار کی ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ کو طلب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے فرزند صبر اختیار کرو۔ اور دیکھو آج کے دن ابوسفیان کی آل سے کیا دکھ اٹھا رہا ہوں۔ کل تمہیں بھی ان قالموں کے ظلم برداشت کرنا ہوں گے۔ اس گفتگو کے بعد امیر المومنین



نے وضو کیا اور چند رکعات نماز پڑھ کر ایک ساعت کے لئے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو طلب کیا اور فرمایا اے ابن عباس! میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ ایک نورانی چہرہ گروہ مرواں نازل ہوا ہے جس میں تمام حضرات ملواریں شامل کئے ہیں۔ اور سفید علم ہاتھوں میں لئے ہیں۔ انہوں نے اس سرزمین کے ارد گرد ایک لکیر کھینچی اس وقت ان کھجوروں کے درختوں کی یہ حالت تھی کہ اپنی شاخیں زمین پر ٹپک رہے تھے۔ تازہ خون کی نہر جاری تھی۔ حسینؑ فریاد کر رہا ہے۔ لیکن کوئی اس کا فریاد رس نہیں ہوتا۔ اور وہ سفید چہروں والے لوگ نذاکر رہے ہیں کہ اے آل رسولؐ صبر کرو۔ اور جان لو کہ تم بدترین مخلوق کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہو۔ اے حسین! تم کو بشارت ہو کہ بہشت تمہارے قدم کی مشتاق ہے۔ پھر وہ لوگ میسر پاس آئے اور رسم تعزیت بجا لائے۔ یہاں تک کہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ اے عبداللہ بن عباسؓ خداوند کریم کی قسم جو خدا نے مجھے مطلع فرمایا تھا کہ میں ہنگام سفر میں کر بلا پر یہ خواب دیکھوں گا۔ اے ابن عباسؓ یہ وہی زمین ہے جس میں حسین اور ایک جماعت فرزندِ ان ناطقہ بنت رسولؐ کی مدفون ہوگی۔ اہل آسمان بھی اس بقیعہ کو کر بلا کہتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اس سرزمین میں اس جگہ کو تلاش کرو جہاں ہرن شب گزاری کرتے ہیں اور آرام لیتے ہیں۔ عبداللہ گئے اور وہ مقام معلوم کر کے آئے۔ چنانچہ حضرت امیرؓ نے فرمایا اللہ اکبر صدق رسول اللہ۔ پھر آپؐ اس مقام پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر ایک ٹھٹھی ہرنوں کی مینگنیوں کی کہ جن کا رنگ عفرانی تھا

اور جن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اٹھا کر سونگھیں اور فرمایا بے شک اللہ کے رسولؐ نے ایسا ہی پتہ دیا تھا۔ اے عبداللہ! مجھے آنحضرتؐ نے خبر دی ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا گذر اس سرزمین پر ہوا۔ اور میری طرف پشک آسمان (ہرنوں کی مینگنیاں) دیکھ کر انہوں نے بھی سونگھا تھا۔ اس وقت تمام ہرن ان کے سامنے کھڑے تھے۔ اور جناب عیسیٰؑ روتے تھے۔ حواریوں نے موجب گریہ دریافت کیا۔ تو جناب مسیحؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سرزمین وہ ہے جس میں فرزندِ محمدؐ مصطفیٰ کو قتل کر دیا جائے گا۔ وہ مظلوم قتل پشیر آخری کی دختر نیک اختر کا تخت بگڑے۔ پس مسیحؑ نے مینگنیاں اٹھا کر سونگھیں اور حواریوں سے فرمایا کہ یہ اس لئے خوشبودار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک دن فرزندِ محمدؐ مصطفیٰ کو اس جگہ لائے گا۔ وہ ان کی خوشبو سے تسلی پائے گا۔

اے عبداللہ! یہ وہی پشک ہیں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں۔ جن کو عیسیٰؑ نے اپنے ہاتھ میں اٹھایا تھا۔ جب جناب امیرؓ فرما چکے تو بہت گریہ کیا۔ اور فرمایا اے پروردگار عیسیٰؑ میرے بیٹے کے قاتلوں کی عمر سے برکتوں کو صلب فرما اور ان کو ہمیشہ کے لئے ملعون کر۔ پھر آپؐ اس قدر روئے کہ حالت غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش ہوا تو آنحضرتؐ رکعت نماز پڑھی اور بار بار مینگنیوں کو سونگھتے تھے اور اپنے فرزندِ رشید حسینؑ کو تسلی دیتے تھے۔

(ماخوذ از بلا المبین بحوالہ تاریخ روضۃ الاحباب حبیب السیر اور شرماتہ اعظم کوئی)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل امور عزا داری ثابت ہوئے :-



(۱) زیارتِ روضہ مبارک سید الشہداء علیہ السلام کا استحباب اور شیوہ انبیاء و مرسلین و ائمہ۔

(ب) جلوس کی شکل میں غم ہاتھ میں لے کر امام بارگاہ میں آنا۔

(ج) حسین سے منسوب نشانیوں کا احترام کرنا اور ان کی زیارت کرنا خواہ وہ ہرنوں کی مینگیاں ہی کیوں نہ ہوں۔

(د) غم حسین میں گریہ زاری کرنا اور ان کے مودعیوں کے لئے لعنت کی بدعا دینا۔

(م) صدیاں بیت جانے کے بعد بھی واقعہ کربلا کی یادگار کو قائم رکھنا جب کہ

مسیح نے کئی صدیاں قبل زمین کربلا پر مقام قتل گاہ کی زیارت کی۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے خصوصاً ابن عباسؓ کو جائے خاص کے تلاش کرنے کا حکم دیا۔

(س) کھجور کے درختوں کی شاخوں کا نیچے ٹپک کر ماتم کرنا اور زمین پر سر مارنا۔

(ص) نہر کے پانی کا خون بن جانا اور پھر جاری رہنا۔

ثبوت ۷:۔ سبط اکبر امام حسن علیہ السلام اور

مصائب حسین پر تمام مخلوقات کی عزاداری

شہادتِ امام حسن کے موقع پر امام حسینؑ رونے لگے۔ امام حسن نے

اپنے برادر کو تسلی دی اور فرمایا کہ اے جانِ برادر تم مجھ پر کئے گئے صرف اس ظلم کے مدد میں روتے ہو کہ مجھے پوشیدہ طور پر زہر دے کر قتل کیا گیا۔

مگر میرا یوم مصیبت تمہارے یوم مصیبت جیسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اے ابو عبد اللہ تم پر تمہیں ہزار شفیق لوگ ایسے چڑھ آئیں گے جو خود کو ہمارے نانا کی اُمت کہلاتے ہوں گے۔ اور اپنا دین اسلام تباہیں گے۔ وہی سب اکٹھے ہو کر تمہیں قتل کریں گے۔ لہذا خون بہائیں گے اور تمہاری حرمت کو غارت کریں گے۔ تمہارے بچوں اور عورتوں کو قید کریں گے۔ اور تمہارے مال و اسباب کو لوٹ لیں گے۔ اس وقت ہی امت پر لعنت حلال ہو جائے گی اور آسمان سے گرد و خون برسے گا۔ اور دنیا کی تمام مخلوقات تم پر مل کر دے گی۔ یہاں تک کہ جنگل کے تمام پھول اور دریا کی تمام مچھلیاں تم پر آنسو بہائیں گی۔

(ناسخ اتواریخ جلد ۷ ص ۱۳۷ بحوالہ واقعات کربلا کے روحانی اسباب ص ۶۶-۶۷)

ثبوت ۹:۔ عزادار حسین سے امام حسین علیہ السلام کا

وعدہ سعادت

ملا علی قاری اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بروایت مسند احمد بن حنبل

اسناد مندرجہ تحریر کرتے ہیں کہ:-

”امام حسین نے فرمایا کہ جس شخص کی آنکھیں ہمارے غم میں اشکبار ہوں اور جس شخص جباری مصیبت کو یاد کر کے ایک قطرہ آنسو کا بہاے خدا اس کو نجات عطا کرے گا۔“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۷ مطبوعہ کانپور)

پس ثابت ہوا کہ غم حسین میں گرایا ہوا ایک آنسو حجت کی ضمانت ہے۔



ثبوت منہ۔ امام زین العابدین اور امام محمد باقر کے ارشادات  
کہ مومن عزادار قیامت کی سختی اور دوزخ کی عقوبت سے  
محفوظ ہوگا۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے  
فرمایا میرے والد بزرگوار حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے  
جس مومن کی آنکھیں امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت پر  
روئیں گی اور اس کے آنسو اس کے رخسار پر بہیں گے۔ خدا اس کے لئے جنت میں  
ایک عہدہ عطا فرمائے گا۔ اور جو کوئی اپنی آنکھوں کو اس کی یاد کرے گا  
یہاں تک کہ اس کے آنسو بہہ کر اس کے گالوں پر آجائیں ہماری مصیبتوں  
کو یاد کرے جو دشمنوں کے ہاتھوں سے ہم کو پہنچی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی  
مصیبتوں کو دور کر دے گا اور قیامت کے دن وہ قیامت کی سختی اور دوزخ  
کی عقوبت سے مامون و محفوظ رہے گا۔

(نیابیع الودۃ فی القرنی از سلیمان طنجی ص ۳۹۸ بحوالہ واقعات کر بلا کی یاد  
ص ۹۲۹)

ثبوت ۱۱۔ ذکر مصائب اہلبیت گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے  
امام جعفر صادق کا فرمان

کتاب مذکورہ بالا ہی میں ہے کہ ۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو

شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے گا یا ان مصائب کا ذکر کرے گا۔ ان کو  
سُن کر اگر وہ اپنی آنکھوں سے ایک قطرے پر کے برابر بھی آنسو گرائے گا  
تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا خواہ وہ کسمندر کے جھاگ  
جتھے کیوں نہ ہوں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

پس بمطابق فرمان صادق آل محمد مجلس عزاکا اہتمام اور اس میں رونما اور  
رہا ناگاہوں کو بخشوانے کا ذریعہ ہے۔

ثبوت ۱۲۔ ”ما تم میں شرکت حقوق الناس میں سے ہے۔“  
امام موسیٰ کاظم کا ارشاد

کلیئر نے ”فروع کافی“ میں عبد اللہ کاہلی سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ نے امام  
موسے کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری زوجہ اور ابن مارو کی اہلیہ ماتم میں  
شرکت کے لئے جاتی ہیں۔ جب میں ان دونوں کو (اس عام ماتم داری سے)  
منع کرتا ہوں تو میری بیوی مجھ سے کہتی ہے کہ اگر ماتم حرام ہے تو ہم کو  
اس سے منع کرو ہم رک جائیں۔ اور اگر یہ حرام ہی نہیں تو ہم کو کیوں  
روکتے ہو؟ جب ہمارا کوئی کمرے گا تو ہمارے پاس (تعزیت کے لئے)  
کوئی نہیں آئے گا۔ امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ تم مجھ سے حقوق الناس  
کے متعلق سوال کر رہے ہو۔ میرے والد (امام جعفر صادق) میری  
والدہ اور ام فروہ کو ماتم میں شرکت کے لئے بھیجتے تھے تاکہ وہ اہل  
میز کے حقوق ادا کریں۔ (یعنی راوی کو منع کرنا صحیح نہیں ہے)

امام ہر حق نہ ہی خود حرام فعل کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی اجازت  
دیتے ہیں۔ اگر ماتم حرام ہوتا تو امام صادق نہ ہی اپنی زوجہ کو اس میں شرکت کی



اجازت دیتے اور نہ اُم فروہ کو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر عہدہ و منصب میں کوئی موت ہو جائے تو مقتول کے لواحقین کا اہل عہدہ و قریب پر حق ہے کہ اہل شہر ان کو جا کر پرکھ دیں۔

اسی حق کی روشنی میں اہلبیت نبی کا بھوکا اور پیاسا ذبح ہو جانا اور بھرے گھر کا چند گھڑیوں میں اُجڑ جانا مفتی ہے کہ رسول اکرم کو پرکھ دیا جائے۔ علی و فاطمہ اور سادات عظام سے اظہار تعزیت کیا جائے۔

**ثبوت ۱۳۔** امام حسین کے لئے ماتم کی عام اجازت اور معصوم کا حکم

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ فاطمہ زہرا کی بیٹیوں نے امام حسین کے مصائب پر اپنے منہ بھی پیٹے اور گریبان چاک بھی کئے۔ پس حسین مظلوم کے لئے منہ پیٹے جائیں اور گریبان پھاڑے جائیں۔ (جو اہل الکلام جلد ۷ ص ۲۷)

امام معصوم کے اس حکم کے بعد ماتم کے جائز ہونے میں کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

**ثبوت ۱۴۔** گریہ اور خندا کا محکم محکم قرآن مجید میں ہے کہ تَلْفِظُوا لَهَا قَلِيلًا وَلَا تَبْكُوا كَثِيرًا ۚ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (پنا سورۃ التوبہ آیت ۸۱) یعنی بہت تھوڑا ہنسوا اور بہت زیادہ گریہ و بکا کرنا اپنے کئے کی جزا ہے۔

اگر رونادھونا مستحسن نہ ہوتا تو اس کی کثرت عمل کا حکم ہرگز نہ دیا جاتا۔ اور کوئی بھی منصف مزاج اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تمام مقربان و مخلصان بارگاہ الہی نے اس فعل مستحسن کو اپنا معیار عمل بنایا۔ انبیاء و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین اس عمل میں سب سے اَوَّل و اکمل ثابت ہوتے ہیں اور فطرتِ سالحمہ اور خلقتِ کاملہ کے اعتبار سے ان ہادیوں کے تمام اعمال ہمارے لئے بہترین دستور العمل ہیں۔ پس رونے کی مخالفت کرنا اللہ اور رسولوں کی مخالفت کرنا ہے۔

**ثبوت ۱۵۔** شہادتِ حسین پر ماتم غیبی کی مرثیہ خوانی اور جنات کی نوحہ خوانی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ستر الشہادتین میں لکھا ہے کہ "وهتف الصوائف بالمرائی ونوح الجن وبکاؤھم"

(ستر الشہادتین ص ۱۱)

اور ماتم غیبی نے مرثیہ خوانی کی اور جنات نے نوحہ کیا اور گریہ زاری کی (شہادتِ حسین پر)

**ثبوت ۱۶۔** غمناک قدرتی آثار کے ذریعے عزاداری بیا د شہادتِ حسین کو دائمی طور پر جاری رکھنا مقصود ہے۔

(اسی طرح کے دوسرے اسباب شہرتِ سالحمہ کرنا بھی ہیں اور یہ سب کچھ اس



لئے تھا کہ جو لوگ (اس وقت) موجود تھے اور جو لوگ موجود نہ تھے۔ اس شہادتِ عظمیٰ سے واقف ہو جائیں۔ اور یہ اس لئے بھی تھا کہ (حسین پر) گریہ زاری باقی رکھی جائے۔ اور غم و الم ہمیشہ رہ جائے اور اُن دردناک مصائب کا اُمتِ محمدی میں روزِ قیامت تک تذکرہ ہوتا رہے پس یہ شہادتِ عظمیٰ شہرت کی انتہا کو پہنچ گئی۔ عالم بالا (سماوات) میں عالمِ زیریں (زمین) میں۔ عالمِ غیب میں اور عالمِ حضور میں جنات میں اور انسانوں میں۔ زبان و الوں میں اور بے زبانوں میں۔ (ستر الشہادتین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۲۱)

پس شاہ عبدالعزیز محدث کے منقولہ بالا تہدید ہی بیان سے ثابت ہوا کہ شہادتِ حسین کی یاد گار کو قیامت تک قائم رکھنا مصائبِ سید الشہداء کا ذکر جاری رکھنا اور عزاداری کو باقی رکھنا اُمتِ محمدیہ کے لئے ضروری ہے پس ایسے عظیم المرتبہ واقعہ کی یاد دہانا باعثِ ثواب و نجات ہے۔

**ثبوت ۱۷۔** ابو البشر حضرت آدم کا جناب ہابیل کیلئے مرثیہ لکھنا اور اپنی آئندہ نسل میں اس کا ذکر جاری کرنے کی وصیت فرمانا

”جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا تو آدم کو گریہ ہوا۔ اور انہوں نے سریانی زبان میں نشر کے طرز پر بیٹے کا مرثیہ لکھا۔ اور شیث کو وصیت کی کہ اس کلام کو یاد کرو۔ اور لوگوں کو سناؤ تاکہ آئندہ نسلوں میں اس کا ذکر قائم رہ جائے اور لوگ اس کو سن کر رویا کریں۔“

(روضۃ الاحباب جلد اول ص ۲۳ فارسی مطبوعہ بکھنڈ)

پس اولاد کے لئے والدین کی وصیت پر عمل کرنا واجب ہے۔ لہذا بنی آدم کو چاہیے کہ آدم کی سنت پر عمل کرے۔ گریہ زاری اور مرثیہ خوانی کی مخالفت نہ کرے۔  
**ثبوت ۱۸۔** حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بنی سارہ کیلئے ماتم کرنا

”اور سارہ کی عمر ایک سو ستائیس برس کی ہوئی۔ سارہ کی زندگی کے اتنے ہی سال تھے۔ اور سارہ نے قریت اربع میں وفات پائی۔ یہ کنعان میں ہے۔ جیون بھی کہلاتا ہے۔ اور ابراہیم سارہ کے لئے ماتم اور نوحہ کرنے کو وہاں گیا۔“

(کتاب مقدس۔ پیدائش باب ۲۳ آیت ۷، ۸ پرانا عہد نامہ)  
اگر ماتم و نوحہ حرام ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گناہ کیا کرتے اور اگر ایسے تو خدا اُن کو روک دیتا۔

**ثبوت ۱۹۔** توریت میں ”ماتم“ اور ”نوحہ خوانی“ کا خدائی حکم  
”اے میری بہت قوم! اٹاٹ اور اطمح اور راکھ میں لیٹ۔ اپنے اکلوتوں پر ماتم اور دھڑاٹ نوحہ کر کیونکہ غارتگر ہم پر اچانک آئے گا۔“  
(کتاب مقدس۔ کتاب یرمیاہ۔ باب ۲۵ آیت ۵)

**ثبوت ۲۰۔** الہامی نوحہ

اگر نوحہ خوانی حرام ہوتی تو خدا اپنے نبی یرمیاہؑ پر نازل کردہ صحیفہ کا نام ”نوحہ“ پر گزرتا۔ (دیکھیے عہد نامہ قدیم میں کتاب ۲۵ ”نوحہ“ جس میں حضرت یرمیاہ کا نوحہ مرقوم ہے۔)



## ثبوت ۲۱۔ مغموم اور ماتمیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم تو روؤ گے اور ماتم کرو گے مگر دنیا خوش ہوگی۔ تم غمگین تو ہو گے مگر تمہارا غم ہی خوشی بن جائے گا۔“ (نیا عہد نامہ، کتاب (انجیل) یوحنا ۱۶ آیت ۲۰)

پس اگر غم منانا اور ماتم کرنا مذموم ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مغموم و ماتمیوں کو خوشی کی خوشخبری نہ دیتے۔

## ثبوت ۲۲۔ رونے والے مبارک ہیں!

”مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ تم ہنسو گے۔“ (یوحنا ۱۶ آیت ۲۰)

(عہد نامہ جدید انجیل لوقا آیت ۱۷ ب)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا تم جو اب روتے ہو تو پھر ہنسو گے۔ اگر رونا مذموم ہوتا تو آپ اس کی مذمت فرماتے۔!

## ثبوت ۲۳۔ واویلا کا جواز

واویلا کرنے کے جواز میں بعض مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں، کتاب اللہ میں بھی یا ویلتا موجود ہے۔

یہ امر لاہری اور ضروری واجب التسليم ہے کہ ہر قسم کا نوحہ حرام نہیں۔ بعض مراتب نوحہ جائز ہیں۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۱۲ جلد ۳ مطبوعہ مصر)

## ثبوت ۲۴۔ بوقت مصیبت عزاداری صبر کے منافی نہیں

حافظ ابن حجر (عسقلانی) کہتے ہیں کہ اس (گریہ و بکا) میں خدا نے اپنی رحمت و دلالت فرمائی ہے۔ اور یہ امر راضی برضائے الہی ہونے کا منافی نہیں ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو الہی حزن و ملال کرتا ہے۔ اور اس عمل سے تا وقتیکہ اس کا قلب مصیبت میں مطمئن رہے۔ دائرہ راضی و رضین سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بے تاب نہیں ہوتا اور اپنے دل و رو منہ کا علاج صبر و سکوت سے کرتا ہے اس کا مرتبہ اس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بے تاب اور بے قابو ہوتا ہے۔

علامہ زرقانی کی مفصل بحث کا یہ اقتباس ہم نے واقعات کربلا کی یادگار کے صفحہ ۹۰ سے نقل کیا ہے۔ اسی طرح کا اشارہ علامہ طبری کی بحث میں بھی ہے۔ اب ہم اس کی روشنی میں یہ ثبوت وضع کرتے ہیں کہ گریہ و بکا صبر کے منافی نہیں ہے۔

## ثبوت ۲۵۔ حضرت جعفر طیار کی شہادت پر رسول ابراہیم کی گریہ زاری

حضرت جعفر (طیار) کی خبر (شہادت) پر آنحضرتؐ کے گریہ اور حزن و ملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صحت مصیبت میں گریہ و بکا کرنے کی وجہ سے صابروں اور راہِ الہی کے رضا مندوں کے دائرے سے باہر نہیں ہو سکتا۔ تا وقتیکہ اس کا قلب مطمئن ہے کیونکہ مصیبت میں یہ حالت (گریہ و بکا) ان رحمت و رقت کے آثار میں سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہر بندہ مومن کے دل میں ودیعت فرمائی گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ



جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ اپنے درود دل کا علاج صبر و رفا سے کرے۔  
تو اس کا مرتبہ اس شخص سے جو مصیبت میں دردمند نہیں ہوتا اور رقت قلب سے  
آنسو نہیں بہاتا بلند ہوگا کیونکہ مصیبت میں دردمند نہ ہوتا اور آہ و زاری نہ کرنا  
تساوت قلبی کی نشانی ہے۔

(روضۃ الاحباب محدث شیرازی حافظ جمال الدین افغانی بحوالہ واقعات کر بلا  
کی یادگار ص ۹)

اب اگر اسی اصول عمل کی مقابلت حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ  
کے واقعات شہادت اور حزن و طال اور گریہ بنا حضرت رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم میں کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم معصوم ہیں۔ آپ مصطفیٰ  
پیغمبر ہیں۔ اس بنا پر آپ نے بکمال استقلال اپنے عم زاد پروردگار کے واقعہ  
شہادت پر دامن بر فضائے الہی رہ کر صبر و سکوت فرمایا لیکن رقت قلب اور  
رحمتی کے تقاضے سے جو عین ودیعت الہی بتلائی گئی ہے اس تک روانی فرمائی مگر  
حضرت جعفر کے خیال کو غیر معصوم سمجھتے۔ چنانچہ عام فطرت انسانی کے مطابق انہوں نے  
آپ کی مفارقت میں جزع و فزع کی۔ لہذا بقول علمائے اہل سنت طبری ابن جریر  
نورقانی، قسطلانی اور محدث شیرازی وہ تساوت قلبی شمار ہوگی۔

علیٰ بن ابی قیس ثابت ہوا کہ وقت مصیبت عزاداری صبر کے خلاف نہیں بلکہ  
رحمت و رقت کے آثار میں سے ایک اثر خاص کی کیفیت ہے۔

## ثبوت ۲۶:- حضرت عائشہ کی حضرت ابوبکر پر نوحہ خوانی

اُمّ المسلمین حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر کی وفات پر نوحہ برپا کیا اور  
نوحہ خوانی بھائیوں۔ (تاریخ کامل ص ۲۸۸ جلد ۲ عقد الفرید ص ۶ ج ۳)  
اگر نوحہ خوانی حرام ہوتی تو نوحہ رسولؐ اس کا ارتکاب کیوں کرتے؟

## ثبوت ۲۷:- بیت اللہ شبیہ بیت المعمور ہے

تحقیق اللہ نے اپنے عرش کے نیچے بیت المعمور کو بنایا۔ پس حکم ہوا کہ  
اس کا طواف بھی اس طرح کیا جائے جیسا کہ بیت المعمور کا اہل آسمان  
کرتے ہیں۔ (تفسیر جمل حاشیہ جلالین جلد اول ص ۲۹)  
خانہ کعبہ کو بیت المعمور سے تشبیہ کر کے خدائے خود مکان مقدس کی شبیہ  
بنانے کی منظوری دی۔ پس فریخ و تعزیر جو کہ روضہ مبارک کی شبیہ ہیں۔ ان  
کے بنانے کے جواز کا ثبوت پیدا ہوا۔

## ثبوت ۲۸:- شبیہ و تعزیر بنانے کی اجازت

اہل سنت کی مشہور تفسیر میں امام زین العابدین سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ  
بیت المعمور کی شبیہ ہے۔ اور بیت المعمور تحت العرش ہے۔ ثابت ہوا کہ  
مقامات مقدسہ کی تشبیہ بنانے کا سلسلہ دراصل عرش سے شروع ہوا۔  
کہ اس لامکان غیر محدود خالق نے اپنی ذات کے مظاہر بنانے سے تو منع کیا کہ میرا  
منظر کامل بنا محال ہے۔ لہذا مطلق کو مقید نہ کرو نہ معقول کو محسوسات میں لاؤ  
عبادت حق مرتبہ الوہیت بنانا ہے۔ مظاہر تشریف کا حق نہیں جیسا کہ کلیت حق  
انسان مطلق ہے۔ اس کے جزئی افراد کا حق نہیں۔ وسعت اور دامن روائی  
بہر مطلق کا حق ہے۔ اس کی امواج کا حق نہیں۔ لہذا بت سازی منع ہوئی۔  
کیونکہ وہ خدا کے منظر سمجھے جانے لگے تھے۔ چونکہ انسان بھی خدا کا مظاہر حق  
ہے۔ اس کی تمثالی بھی بت پرستی تھی لہذا وہ بھی منع ہوئی۔

حالیکہ اس نے خود اپنے مظاہر بنائے جیسا کہ مظاہر العجاہب سرکار امیر علیہ السلام ہیں۔



اب چونکہ مکان کی شبیہ میں یہ شبیہ نہیں کیونکہ مکان کو کوئی ممکن نہیں سمجھتا۔ بلکہ مکان ایک نشان ہے جس کو دیکھ کر مالک مکان یاد آتا ہے۔ لہذا تخت العرش کی شبیہ بیت المعمور بنی اور زمین پر بیت المعمور کی شبیہ بیت اللہ بنا۔ یہ ہوئی مسجد مرام اور اسی مسجد کی شبیہیں قریہ بقرہ اور بستی بستی بنی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی مکان کی شبیہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ممکن کی شبیہ نہ ہو۔ پس توڑیے جو کہ روضہ امام حسین کی شبیہیں ہیں بنانے میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ گناہ بلکہ مقام مقدس کی نقل بنا کر اس کا احترام کرنا جائز و مباح ہے۔

### ثبوت ۲۹۔ معصوم کی ماتم کیلئے وصیت

مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ماتم کے لئے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی۔ (فروع کافی بحوالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۳۱)  
اگر ماتم حرام ہوتا تو امام معصوم اس کے لئے ہرگز وصیت نہ فرماتے۔

### ثبوت ۳۰۔ امام برحق کی "ندبہ" کیلئے وصیت

طایب ہے کہ حضرت باقر العلوم سینا امام محمد باقر نے وصیت کی تھی کہ اُن پر دس برس تک ندبہ کیا جائے۔ (وسائل الشیخ بحوالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۳۹)  
اگر ندبہ ناجائز ہوتا تو امام اپنے لئے ایسی وصیت بھی نہ فرماتے۔

### ثبوت ۳۱۔ اہل ماتم کو نذر و نیاز کھلانا جائز ہے

امام محمد باقر علیہ السلام سے اہل ماتم کو طعام دینے کے متعلق دریافت کیا گیا۔

ارشاد فرمایا (جائز ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب جعفر بن ابی طالب کی شہادت پر ان کے اہل و عیال جو کہ ماتم میں مصروف تھے کو کھانا بھیجنے کا حکم دیا۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بھی اُن مستورات کے لئے طعام کا نذر و نیاز کرتے تھے۔ جو ماتم میں مصروف رہتی تھیں۔

(وسائل الشیخ، کتاب العیال بحوالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۳۱)  
پس ثابت ہوا کہ اہل ماتم کو نذر و نیاز کھلانا سنت رسول ہے۔

### ثبوت ۳۲۔ رسالت مآب کا سیاہ لباس پہننا

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقش چادر بھی پہنتے تھے سادہ چادر بھی اور حضور کا لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔

(زاد المعاد جلد اول ص ۱۵)

اگر سیاہ لباس پہننا ممنوع ہوتا تو آنحضرت اس رنگ کا لباس کیوں پہنتے؟

### ثبوت ۳۳۔ امین الوحی حضرت جبریل کا سیاہ پوش ہونا

صحابی انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ایک روز جبریل میرے پاس آئے اور وہ کافی عبا اوڑھے ہوئے تھے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھے انہیں پیروں میں سیاہ جوتے تھے۔ (تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۲۳۱)

اگر سیاہ لباس دو زنی لوگوں کا ہے تو پھر جبریل جیسے معصوم فرشتے نے اسے زیب کیا؟

### ثبوت ۳۴۔ حضرت عمر بن خطاب کا لے لباس میں

علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابی بکر العیس نے دیکھا کہ سخت گرمی کے



دن حضرت عمرؓ سیاہ چادر پہنے اور اوڑھے ہوئے تھے۔ (ما تم اور صحابہ ص ۱۲۳)  
اگر کالے کپڑے پہنا حرام ہے تو فاروقی اعظم اہلسنت نے اس رنگ کا لباس  
کیوں پہنا؟

### ثبوت ۲۵:- حضرت عثمان کے غم میں سیاہ پوشی

”غلیظ سوم اہلسنت حضرت عثمان کے قتل کے دن ایک جماعت نے سیاہ لباس  
پہنا“ (شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)  
اگر کالا لباس پہننے میں کوئی قباحت ہوتی تو حضرت عثمان کی سوگوار جماعت  
ایسے کپڑے نہ پہنتی۔

### ثبوت ۳۶:- کالی کھلی والے کی کالی پگڑی

مروی ہے کہ حضورؐ کو دیکھا گیا کہ آنجناب منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور  
آنحضرتؐ کے سر پر سیاہ مہمانہ تھا۔  
(صحیح ترمذی جلد ۱ ص ۵۲۴، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۵۲۴ سنن نسائی  
جلد ۵ ص ۵۲۴)

کیا اب بھی کالے لباس کے خلاف فتویٰ دے کر منہ کالا کروانے کا خیال ہے؟

### ثبوت ۳۷:- وفات عمرؓ پر جناب کی مرثیہ خوانی سیاہ پوشی اور ماتم

عبد الطبری مشہور علامہ اہلسنت نے اپنی معتبر کتاب ”ریاض النقرة“ ۱۰  
لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے انتقال پر جنات نے مرثیہ کہا کہ اے عمرؓ تیری موت کے  
غم میں جنات کی عورتیں جو حسن میں دنیاؤں کی مانند ہیں اپنے منہ پیٹ رہی ہیں

اور تیرے غم میں انہوں نے اپنے ریشمی لباس کالے لباسوں میں تبدیل کر لئے ہیں۔  
(ریاض النقرة جلد ۵ ص ۱۹ مطبوعہ بغداد)  
میں تو بس یہ کہوں گا اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

### ثبوت ۳۸:- سبط اکبر امام حسنؑ کی سیاہ پوشی

”امام حسن علیہ السلام سیاہ لباس پہن کر خطبہ دیتے تھے اور آپ کا علامہ  
سیاہ ہوتا تھا۔“ (شرح شمائل ترمذی ص ۱۶۶)  
اگر جو انسان جنت کے سردار و فرزند رسولؐ ابراہیمؑ کا لباس زیب تن کر سکتے  
ہیں تو پھر ملائکہ کے فتوے کی کیا وقعت ہوگی۔

### ثبوت ۳۹:- ابو ہریرہؓ کا ماتم

نادی کا بیان ہے کہ ”میں نے ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ وہ اپنا ماتم پیٹ رہے تھے  
اور کہہ رہے تھے اے اہل عراق تم گمان کرتے ہو کہ میں نبیؐ پر جھوٹ باندھتا ہوں۔“  
(ادب المفروض بخاری، سنن ابن ماجہ بخاری، ما تم اور صحابہ ص ۱۲۳)  
صحابی رسولؐ حضرت ابو ہریرہؓ کے ماتم کے خلاف کیا فتویٰ ہوگا؟

### ثبوت ۴۰:- حضرت عمرؓ کا سر پٹینا اور بین کرنا

روای جب حضرت عمرؓ کو نعمان بن مقرن کی موت سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے سر  
پر ہاتھ رکھا اور چیخے مارے افسوس نعمان کے لئے۔

(کنز العمال جلد ۵ ص ۱۱ کتاب الموت)  
افسوس ہے کہ حضرت عمرؓ نعمان کا غم منائیں تو کوئی جرم نہیں مگر شیعہ حسینؑ کی  
عزاداری کریں تو خطا وار کٹہر اسے سجائیں۔



## ثبوت ۱۴۱۔ حضرت عثمان کے غم میں ماتم

علامہ ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ جب قاتلوں نے حضرت عثمان کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے چیخ و پکار کی اور اپنے منہ پیٹے۔ انہیں نے والی عورتوں میں دو حضرت عثمان کی بیویاں تھیں۔ ایک نائلہ اور دوسری ام البنین اور دو بیٹیاں تھیں۔ (الدریۃ والنہار ابن کثیر جلد ۷ ص ۱۸۵ تاریخ طبری جلد ۷ ص ۲۰۰) تاریخ اعظم کوفی ص ۱۵۹

اگر حوالہ ابن کثیر دلیل مان لی جائے کہ ماتم سب سے پہلے یزید کے گھر سے شروع ہوا تو یہ عثمان کے اہل خانہ کی ماتم داری سے بھی یہی مانو ہو گا کہ ان سوگواروں کو خود ہی عثمان کو قتل کر کے پٹینا شروع کر دیا۔ فافہم!

## ثبوت ۱۴۲۔ اصحاب رسول کا ران پٹینا

مسعود بن حکم سلمی سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی کو چھینک آئی۔ میں نے اُسے یرحمک اللہ کہا تو قوم نے مجھے گھورا تو میں نے ان سے کہا مجھے کیوں گھورتے ہو تو صحابہ نے اپنی رائوں کو پٹینا۔

(سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۶ سنن ابی داؤد جلد ۷ ص ۲۲۴ بحوالہ ماتم اور کتاب)

اگر ران پر لمبھ مارنے سے اعمال متاثر ہو جاتے ہیں تو پھر موجودگی رسول میں اصحاب نے رائوں کو پیٹ کر اپنے اعمال کیوں گنوا دیئے!

## ثبوت ۱۴۳۔ حضرت حیدر گزار کا ران پٹینا

چون شکست بر شکرام المؤمنین افتاد و مردم از طرفین مقتول شدند

حضرت امیر تھکے را ملاحظہ فرمود ران لے خود را کو نقتل گرفت

(عقد اشاعت شریعہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۳۳۵)

یعنی جب (جنگ جمل میں) لشکر حضرت عائشہ کو شکست ہوئی اور امیر المؤمنین نے طرفین کے مقتولوں کی لاشوں کو دیکھا تو (اس حد مر سے) اپنی ران کو پٹینا شروع کر دیا۔

تعجب ہے کہ اہل سنت کے چوتھے خلیفہ اور شیعوں کے امام اول کو اس بات کا لحاظ نہ رہا کہ ران پٹینے سے اعمال باطل ہوتے ہیں!

## ثبوت ۱۴۴۔ رسول مقبول کا ماتم میں شرکت کی اجازت دینا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ نے ایک دن حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی محرم کی عورتوں نے ولید ابن ولید ابن مغیرہ کا ماتم بپا کیا ہے (میں اس میں شرکت کی اجازت طلب کرتی ہوں) پس آنحضرت نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ ام سلمہ آئیں اور روتے پیٹتے اس شعر کے ساتھ ماتم میں شرکت کی۔

ابکی الولید بن الولید بن المغیرہ۔ ابکی الولید بن الولید بن المغیرہ

(کتاب الجمع الصغیر طبرانی ص ۲)

اگر ماتم حرام ہے تو پھر آنحضرت نے اپنی زوجہ محترمہ کو اس میں شرکت کی اجازت کیوں دی؟

## ثبوت ۱۴۵۔ حضرت آدم کا پیٹ کر خون بہانا

در روایت است کہ چنداں قلق واضطراب در دے اثر کردہ کہ دست



بزنا زودہ گوشت و پوست از پوست و سر زانوی اور نہ بود راستخوان  
ظاہر شدہ۔ (معارف النبویہ رکن اول ص ۲۴)

یعنی حضرت آدمؑ میں بے چینی و اضطراب نے اس درجہ اثر کیا کہ اپنا ہاتھ زانو پر مارتے کہ اس سے گوشت و پوست ہاتھ اور زانو کا اتر گیا اور بڑی ظاہر ہو گئی۔

اب ظاہر ہے اکاد کا ہاتھ مارنے سے گوشت پوست تو اڑھٹ نہیں سکتا اور نہ ہی بڑی ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ آدمؑ کا یہ عمل متواتر رہا اور جب چٹری اتری ہوگی تو خون بھی لازماً بہا ہوگا۔ اگر تعلق و اضطراب کی حالت میں ماتم کرنا اور خون بہانا حرام ہوتا تو ایک معصوم نبی ایسے فعل حرام کا ارتکاب ہرگز نہ کرتے۔ اور اگر بشری تقاضے کے تحت بقولے ایسا ہوا ہو بھی مانتا تو خدا کی طرف سے ممانعت ہو جاتی۔ پس یہ خیال کہ دان پٹنے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ درست نہیں ہے۔

**ثبوت ۲۶۔ ابن عباسؓ کا غم حسینؑ میں نابینا ہو جانا**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اہلسنت بحر العلوم تسلیم کرتے ہیں۔ آپؓ کو حضرت امیر کشادری کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو ابن عباسؓ امام مظلوم کی مصیبت یاد کر کے اس طرح گریہ کرتے تھے کہ رو رو کر آپ کی بینائی ختم ہو گئی۔

(تذکرۃ الخواص الامہ سبط ابن جوزی ص ۹)

قاضی صاحب نے ایسی مثال طلب کی تھی جو پیش کر دی گئی ہے۔

**ثبوت ۲۷۔ زندہ کا غم منانے کا اجر و ثواب**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے (یوسفؑ) کا کتنا غم تھا۔ جواب ارشاد فرمایا کہ اتنا جتنا کسی ماں کے ستر بیٹے لقمہ اجل بن جائیں اور (دریافت کیا کہ اس غم یوسفؑ کا یعقوبؑ کیلئے) اجر کتنا؟ فرمایا سو شہید کے برابر۔ (تفسیر و منشور جلد ۳ ص ۲۵۳ امام جلال الدین سیوطی)

یہی روایت تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۵۳ میں اس طرح ہے کہ یوسفؑ علیہ السلام نے جبرائیلؑ سے یہ سوال کیا اور انہوں نے ایسا ہی جواب دیا۔ پس زندہ کے غم میں ماتم کرنے کا اعتراض رفع ہو گیا۔

**ثبوت ۲۸۔ حضرت یعقوبؑ کا غم فرزندیں مکر خمیدہ ہونا**

حضرت یعقوبؑ علیہ السلام سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ کی بصارت کو کس چیز نے زائل کیا اور آپ کی مکر کو خمیدہ کس شے نے کیا۔ آنجناب نے جواب دیا۔ غم یوسفؑ میں رونے سے میری بصارت جاتی رہی اور بنیامین کے غم نے میری مکر کو خمکا دیا۔ (تفسیر خازن جلد سوم ص ۲۵۳)

**ثبوت ۲۹۔ امام زین العابدینؑ کی عزاداری و اتانچہ بخشش کی زبانی**

(امام زین العابدینؑ) اس قدر گریہ فرماتے کہ صبح ہو جاتی۔ ایک روز میں (راوی) نے عرض کیا اے میرے سردار۔ میرے ماں باپ کے سردار کب تک روتے رہیں گے؟ اور کب تک یہ خروش رہے گا۔ آپ نے فرمایا بھائی!



یعقوب علیہ السلام کا ایک یوسفؑ گم ہو گیا تھا تو اتنا روتے کہ چشم مبارک سپید ہو گئی۔ اور میں نے اپنے اٹھارہ آدمی مع باپ یعنی امام حسینؑ کو اپنے سے لے کر لے لئے ہیں۔  
(کشف المحجوب علی بن عثمان الجوزی ص ۱۹ اردو ترجمہ)  
کنج بخش لاہوری ص ۱۹ اردو ترجمہ  
پس ثابت ہوا کہ غم حسینؑ بھولنے والی چیز نہیں ہے۔

### ثبوت ۵۲ :- امام ابوحنیفہ کیلئے امام احمد بن حنبل کی عزاداری

"امام احمد بن حنبل حضرت امام ابوحنیفہ کی موت یاد کر کے گریہ کرتے اور ان کے لئے رحمۃ اللہ کہتے تھے۔"

(تاریخ خیس علامہ حسین دیار بکری ص ۲۲۸)

ایک امام اہلسنت کا دوسرے امام اہلسنت کے لئے گریہ و بکا کرنا دلیل ہے کہ عزاداری حرام نہیں ہے بلکہ مباح ہے۔

### ثبوت ۵۱ :- خودی مارا خود ہی روئے!

جب حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے بیٹے ابو شحمہؓ پر حد جاری کی اور آخری کوڑا اُس کو لگا تو وہ گر پڑا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا سراپنی آغوش میں رکھا اور رونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر سب نے رونا شروع کیا۔

(تاریخ الخیس جلد ۲ ص ۲۵۳)

اگر زندہ کے رونے سے مردہ پر فذاب ہوتا ہے تو باپ نے بیٹے کو معذب کیوں کیا؟

### ثبوت ۵۲ :- حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا بلند آواز سے رونا

جب سعد بن معاذ کا انتقال ہوا تو نبی صلعمؐ حضرات ابو بکر و عمرؓ آئے اور ابو بکر و عمرؓ نے گریہ کیا۔ بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے ابو بکر کے گریہ کو حضرت عمرؓ کے گریہ سے پہچان لیا۔ یعنی تمیز کر لی جبکہ میں اپنے حجرے میں تھی۔ (کشف الغم مؤلفہ عبدالوہاب شافعی ص ۱۵۱)  
(اسی کتاب میں ہے کہ حضرات شیخین اس طرح روتے تھے کہ بہائے اور پڑوسی بھی سنتے تھے ص ۱۵۱)

اگر اونچی آواز سے رونا بے صبری کا مظاہرہ ہے تو پھر ان دونوں بزرگوں نے قبر کے دامن کو کیوں چھوڑ دیا؟

### ثبوت ۵۳ :- امیروں کیلئے رونا سنت نبوی اور سیرت شیخین ہے۔

جب رسول خداؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے قیدلوں کے (صدمہ) میں رو رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے نبیؐ سے کہا کہ مجھے بتائیے آپ کیوں گریہ زاری کر رہے ہیں۔ اگر مجھے رونا نہ آئے گا تو میں رونے والوں جیسی (مغموم) شکل بنا لوں گا۔  
(زاد المعاد ص ۶۵ ابن قیم)

پس ثابت ہوا کہ معرکہ حق میں قیدی بنائے جانے والوں کے غم میں سو گوار ہونا سنت رسولؐ بھی ہے اور سیرت شیخین بھی۔



### ثبوت ۵۴: حضرت یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کو قصاص ویرد کھانا

قرآن و تفاسیر سے ثابت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ ہوئے اور ان کے برادران دربار عالی سے غلہ لینے آئے تو آنجنابؑ نے اپنے بھائیوں کو شناخت کر لیا۔ اور ان کو ایک کمرہ میں لے جانے کو کہا جہاں کہ وہ تمام ظلم کے واقعات قصاص ویر میں جتائے گئے جو انہوں نے حضرت یوسفؑ پر کئے تھے۔

اگر شیعہ ہیں بنانا جائز نہ ہوتا تو نبی ایسی قصاص ویر پر گزرتیار نہ کرواتے حضرت یوسفؑ کا قصاص ویر تیار کر کے ظالم بھائیوں کو دکھانا اس بات کی دلیل ہے کہ ظالم کو اس کے مظالم کے نقشے ہمیشہ مظلوم دکھایا کرتے تھے جو ظالموں کو پسند نہیں ہوتا۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ کروتوت ظاہر ہوں۔

### ثبوت ۵۵: ابوالامت علیؑ اور ام المسلمین عائشہؓ

کا محمد بن ابوبکر پر جہز ع کرنا

جب جناب محمد بن ابوبکر کو قید کر کے معاویہ ابن خدیج کے پاس لایا گیا۔ تو اس نے محمد کو گدھے کی کھال میں بند کر کے جلا دیا۔ چنانچہ جس وقت بی بی عائشہؓ کو اپنے بھائی کے قتل کی خبر پہنچی تو اس مصیبت پر جہز ع کیا۔ اور ہرنماز کے قنوت میں معاویہؓ عمرو بن عاصؓ کے لئے بددعا کرتی تھیں۔ اور جب محمدؐ کے قتل کی خبر علیؑ کو پہنچی تو آنجنابؑ نے بھی جہز ع کیا (تاریخ ابوالفداء جلد ۱ ص ۱۷۱)

والمعلوم ہوا کہ بی بی عائشہ ہرنماز میں قنوت پڑھا کرتی تھیں۔

پس اگر جہز ع کرنا صبر کے منافی نہ ہوتا تو صدیقہ اہلسنت اور خلیفہ راشد بے صبری کا مظاہرہ ہرگز نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ظالم کے حق میں بددعا کرنا یعنی لعنت بھیجنا عمل ام المومنین ہے۔

### ثبوت ۵۶: زیارت علم مبارک اور اصحاب رسولؐ کی گریہ زاری

جنگ صفین میں فوج معاویہ کے خلاف لڑتے ہوئے جب حضرت عماد یاسر جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ عمار کو یا غی گروہ قتل کرے گا کو شہید کیا گیا تو اس دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے میدان صفین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نکالا اور یہ علم مبارک تیس ابن سعد بن عبادہ کو دیا۔ جب اس علم کو بدری صحابہ، انصار صحابہ اور مہاجرین صحابہ نے دیکھا تو اس کے نیچے جمع ہو گئے اور (زمانہ رسولؐ یاد کر کے) پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

(نذکرۃ الخواص الامہ، سبط ابن جوزی ص ۱۵۵)

### ثبوت ۵۷: علم کو احترام اچھونا اور زیارت کی سعی کرنا

جب حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں مالک اشتر سے فرمایا کہ میرے پاس ایک علم ہے جو آج سے پہلے میں نے نہیں نکالا اور وہ پہلا علم مبارک ہے جسے رسالت پناہ نے نکالا تھا اور آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے ابوالحسن تم میرے بعد ناکثین قاسطین سے جنگ کرو گے اور پھر جناب امیرؑ نے وہ علم نکالا اور وہ بہت پرانا ہو چکا تھا۔ پس جب لوگوں نے نبیؐ کا علم دیکھا تو بلند آواز سے رونے لگے اور جن لوگوں نے



اس علم تک پہنچنے کا راستہ پایا انہوں نے اُسے چوما۔

(اکسیر العبادات ص ۲۶۳ بحوالہ ماتم اور صحابہ ص ۱۲۱)

پس شیعہ علم سے مقصود ایک نقشہ کو ذہن میں لانا ہوتا ہے اور اس کا ادب و احترام اظہار عقیدت کے طور پر ہے۔ جو نہ ہی شرک و بدعت ہے اور نہ ہی امر ممنوع۔ جیسا کہ اصحاب و تابعین کے عمل سے متذکرہ بالا روایات سے ثابت ہے۔

### ثبوت ۵۸: تعزیر دار مستحق شفا عبت شفیع المذنبین ہے

مخالفتین عزاداری کا خیال ہے کہ تعزیر اور دیگر رسومات عزاداری کا ہندوستان میں بانی امیر تیمور تھا۔ چنانچہ ناصبی ذہن کے لوگوں نے تیمور کے خلاف کافی ہرزہ ماریاں کی ہیں۔ چنانچہ عطا اللہ شاہ صاحب بخاری کے ایک شاگرد مولوی غلام حیدر صاحب ملتان نے اپنی کتاب "انتباہ الشیعہ" میں لکھا ہے کہ:-

"کہ آپ کہتے ہیں کہ پھر آخر یہ تعزیر کس نے بنایا۔ ہاں سنو! یہ تعزیر اور باقی رسومات عزاداری محرم کئی صدیوں سے واقعہ کر بلا کے بعد تیمور لنگ بادشاہ نے قائم کئے ہیں جو کہ فاسق و ناجرا و ظالم و متبع بادشاہ تھا۔ وہ کم نجت نہ تو صحابی تھا نہ تابعی جس کی سنت ہمارے لئے واجب الاتباع ہوئی۔ بلکہ وہ بد نجت عقیدہ رافضی اور عملاً فاسق و ناجر انسان تھا۔ اس لئے یہ تعزیر بنانا، علم اور ذوق و بھاج تیار کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (انتباہ الشیعہ)

اب ذرا زبان مخالف ہی سے اس بانی تعزیر رافضی کی شان شمت

فرمایاں مشہور شیعہ دشمن علامہ اپنی شیعہ کش کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ:-  
"تحقیق جب تیمور لنگ مرض الموت میں علیل ہوا تو ایک روز سخت مضطرب ہوا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور رنگ تبدیل ہو گیا۔ پھر افاقہ ہوا تو اس کے لواحقین و اہلکاروں نے اس سے پوچھا کہ ابھی تو تمہاری حالت غیر تھی اب تم باموش ہو۔ تو تیمور نے جواب دیا کہ ابھی ابھی عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تھے۔ ان کو دیکھ کر میرا رنگ فق ہو گیا۔ پس ناگاہ دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ میرے بالین پر تشریف فرما ہوئے اور اگر فرشتوں کو حکم دیا کہ چلے جاؤ۔ میں اس کی شفاعت کے لئے آیا ہوں۔ یہ میری اولاد کا حب دار ہے اور میری اولاد سے احسان کرتا تھا۔" (صواعق محرقة ابن جریر ص ۱۲۱)

پس معلوم ہوا کہ تعزیر دار آل محمد کا حیدر ہوتا ہے اور بقول سنیر عزاداری احسان ہے۔ اگر عزاداری حرام ہوتی تو فعل حرام کے بانی کی شفاعت کے لئے "شفیع المذنبین" تشریف آور نہ ہوتے۔

### ثبوت ۵۹: بدگو و بدخواہ عزادار کو رسول کی ڈانٹ

"موصیٰ نجم بن فہد اور مقریزی نے روایت کی کہ ایک قاری قرآن جب تیمور لنگ کی قبر پر سے گذرتا تو یہ آیت پڑھتا کہ اے فرشتو! اسے پکڑ لو اور جہنم کا طوق پہنا کر اس کو دوزخ میں ڈال دو۔۔۔۔۔ الخ  
یہی قاری کہتا ہے کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آنحضرت تشریف فرما ہیں اور تیمور لنگ آپ کی ایک جانب بیٹھا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹا کہ اے دشمن خدا تو یہاں کیسے؟



میں نے بھی ارادہ ہی کیا تھا کہ اس کو بچا کر اٹھادوں اور حضور سے دور کردوں کہ رحمت اللعالمینؐ نے فرمایا (املاً) اس کو چھوڑ دے۔ یہی اولاد کا حجب دار ہے۔ پس میں ڈر کر بیدار ہوا۔ اس کے بعد میں نے اس کی قبر پر وہ آیت پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس کو بڑا کہنا ترک کر دیا۔  
(صواعق محرقة ابن حجر مکی ص ۱۲۱)

پس دشمن کی گواہی کے مطابق عزادار کا انجام یہ ہے کہ بوقت نزاع رسول کریمؐ شفاعت فرمنے کی کرم نوازی کرتے ہیں۔ بعد از مرگ اپنے پاں بٹھاتے ہیں۔ محب ہونے کا اعزاز عطا کرتے ہیں اور بدگو و بدخواہ کو ٹوٹا کر پھینکتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ عزاداری محبت اہل بیت میں شامل ہے۔ اور مخالفت عداوت ہے۔

**ثبوت ۶۱: سید الساجدین کا مجلس عزاء برپا کرنا۔**  
**ذاکری فرمانا اور گریبان چاک کرنا۔**

”جب امام زین العابدین علیہ السلام نے جمعہ کے دن مسجد کوفہ میں مجلس پڑھی اور واقعات کربلا بیان کئے اور اپنی مظلومی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ تیرے لشکریوں نے محذرات عصمت و طہارت کو شہر شہر پھیرا یا۔ مجھے یتیم کیا اور میرے جد کے دین میں ٹوٹنے رخنہ ڈال دیا۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنی تمیض کا گریبان چاک کر دیا۔“

(روضۃ الاحباب مجاشیع۔ تاریخ احمدی ص ۳۲۶ ج ۱)  
(برائین ماتم ص ۱۹)

**ثبوت ۶۱: صوفی بزرگ شاہ حسن میاں پھلواری حنفی**  
**قادری کا عزاداری کیلئے مشورہ**

حضرت مولوی شاہ حسن میاں صاحب پھلواری حنفی قادری فرماتے ہیں کہ:-

”ماہ محرم کا عشرہ ہم مسلمانوں کے غم و الم کے دن ہیں۔ امام مظلوم پر رونا سنت ہے۔ میں اس غم میں رونے اور گولانے کو ثواب عظیم جانتا ہوں اور عشرہ محرم میں ذکر اہلبیت کے سوا دوسرا ذکر نہیں کرتا۔ ہندوستان کے بزرگان و اولیاء اللہ ہمیشہ سے عاشور کے دن اظہار غم کرتے آئے اور حضرت قبلہ مولانا شاہ محمد سلیمان حنفی قادری چشتی سجادہ نشین پھلواری شریف کا یہی معمول رہا۔“  
(غم حسین ص ۱)

اگر غم کا اظہار کرنا اور رونا رانا ممنوع ہے تو پھر ہندوستان کے بزرگان دین اور اولیاء اللہ نے دائمی طور پر یہ طریقہ کیوں اختیار کیا!

**ثبوت ۶۲: بابا فرید شکر گنج کی عزاداری**

پاک پٹن شریف کے بابا فرید شکر گنجؒ روز عاشور واقعہ کربلا کا ذکر کر کے آہ و زاری فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سے منقول ہے کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے۔ ان کے سامنے حضرت امام عالی مقام کی شہادت کا ذکر ہوا۔ وہ بزرگ اس قدر روئے اور سر کو زمین پر اس زور سے مارا کہ وہ پھٹ گیا اور وہ انتقال فرما گئے۔ اسی



رات لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اہل بیت کی محبت میں جان دی تھی۔ اس لئے خدا نے مجھے بخش دیا اور اب میں حضرت امام حسین کے ساتھ رہتا ہوں۔ (اسوہ صوفیاء عظام ص ۵۸)

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کی محبت میں ماتم و زخیر زنی کرنا تو معمولی بات ہے اگر اس محبت میں جان بھی جائے تو باعث بخشش و مغفرت ہے۔

**ثبوت ۶۳۔** تعزیر داری واجب ہے۔ منیری

”ماتم داری کی تعریف زبان جبریل“

مخدوم شیخ شرف الدین احمد عیسیٰ منیری اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”روز عاشور لوگ حاضر ہو کر عرض کرتے کہ تعزیریت خاندان شما ہمہ را واجب است یعنی خاندان رسالت کی تعزیر داری سب پر واجب ہے۔ حضور انور کو جبریلؑ نے کہا کما آپ کے اُمتی آپ کے نواسوں کی ماتم داری کریں گے۔ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔“

پس صوفی بزرگ کے مطابق عزاداری اُمت پر واجب ہے اور آپ کے نواسوں کی ماتم داری معصوم قریشی جبریل کے نزدیک قابلِ تعریف ہے۔

**ثبوت ۶۴۔** سادات کا طریقہ سلطان اشرف سمنانی کی زبانی

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی محرم کا چاند دیکھتے ہی گریہ ناری میں مصروف ہو جاتے۔ رسم عاشوری برپا کرتے۔ ذکرِ مقل پڑھتے۔ اسبابِ خوشی ترک کر دیتے اور فرماتے کہ تمام اکابر و سادات کا یہی طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید الشہداء کے غم میں ہو گوار ہونا اکابرین اُمت اور سادات عظام کا طریقہ ہے۔

عزادار کا رتبہ شہید یا ہر کہ نہ؟

**ثبوت ۶۵۔** شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پٹوکی اور عزاداری حسین

حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پٹوکی محرم کے دس دن برابر گریہ زاری کرتے اور فرماتے کہ طرفہ ولی یا شد کہ در ماتم خاندان رسولؐ اذ گریہ و عزائے اور ندارد۔

سے کہے کہ در چنیں ماتم د گریہ۔ دل او پا مگر از سنگ باشد یعنی وہ کیا ولی ہو گا جو رسولؐ کے خاندان کے ماتم میں دروئے جو ایسے مقام ماتم پر بھی گریہ نہ کئے شاید وہ دل نہیں چھڑھتا ہے۔ (اسوہ صوفیائے عظام ص ۵۸)

پس ایک سنی ولی ہی کی زبان سے ثابت ہوا کہ جو ماتم دار نہ ہو ولی نہیں ہے اور جو ماتم سے گریز کرے سنگدل ہے۔

**ثبوت ۶۶۔** بندہ نواز گیسو دراز کی عزاداری

حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز کے ملفوظات سے ظاہر ہے کہ آپ بھی محرم میں گریہ و بکا میں مصروف رہتے۔

**ثبوت ۶۷۔** تابعی حسن بصری کا سو گوار ہونا

جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اتنا روئے کہ کنپٹیاں پھٹنے لگیں۔

(ینایع المودۃ ص ۲۲۹)



رات لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اہل بیت کی محبت میں جان دی تھی۔ اس لئے خدا نے مجھے بخش دیا اور اب میں حضرت امام حسین کے ساتھ رہتا ہوں۔ (اسوۃ صوفیاء عظام ص ۸)

پس ثابت ہوا کہ اہل بیت کی محبت میں ماتم و زغیر زنی کرنا تو معمولی بات ہے اگر اس محبت میں جان بھی جائے تو باعث بخشش و مغفرت ہے۔

### ثبوت ۶۳۔ تعزیر داری واجب ہے۔ منیری

"ماتم داری کی تعریف بزبان جبریل"

مخدوم شیخ شرف الدین احمد علی منیری اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ "روز عاشور لوگ حاضر ہو کر عرض کرتے کہ تعزیرت خاندان شما مجہ را واجب است یعنی خاندان رسالت کی تعزیر داری سب پر واجب ہے۔ حضور انور کو جبریلؑ نے کہا کہ آپ کے اُمتی آپ کے نواسوں کی ماتم داری کریں گے۔ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔"

پس صوفی بزرگ کے مطابق عزاداری اُمت پر واجب ہے اور آپ کے نواسوں کی ماتم داری معصوم فرشتے جبریل کے نزدیک قابل تعریف ہے۔

### ثبوت ۶۴۔ سادات کا طریقہ سلطان اشرف سمنانی کی زبانی

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی چشتی محرم کا چاند دیکھتے ہی گریہ ناری میں مصروف ہو جاتے۔ رسم عاشوری برپا کرتے۔ ذکرِ مقل پڑھتے۔ اسبابِ خوشی ترک کر دیتے اور فرماتے کہ تمام اکابر و سادات کا یہی طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید الشہداء کے غم میں ہو گوار ہونا اکابرین اُمت اور سادات عظام کا طریقہ ہے۔

عزادار کا مرتبہ شہید چاہے کہ نہ؟

### ثبوت ۶۵۔ شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پٹوئی اور عزاداری حسین

حضرت شیخ الاسلام مخدوم علاء الحق پٹوئی محرم کے دس دن برابر گریہ زاری کرتے اور فرماتے کہ طرفہ ولی باشد کہ در ماتم خاندان رسولؐ دگرید و عزائے او نہ دارد۔

سے کہے کہ کو در چنین ماتم دگرید۔ دل او پا مگر از سنگ باشد یعنی وہ کیا ولی ہو گا جو رسولؐ کے خاندان کے ماتم میں نہ روئے جو ایسے مقام ماتم پر بھی گریہ نہ کہے شاید وہ دل نہیں سمجھتا ہے۔ (اسوۃ صوفیاء عظام ص ۸)

پس ایک سنی ولی ہی کی زبان سے ثابت ہوا کہ جو ماتم دار نہ ہو ولی نہیں ہے اور جو ماتم سے گریز کرے سنگدل ہے۔

### ثبوت ۶۶۔ بندہ نواز گیسو دراز کی عزاداری

حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز کے ملفوظات سے ظاہر ہے کہ آپ بھی محرم میں گریہ و بکا میں مصروف رہتے۔

### ثبوت ۶۷۔ تابعی حسن بصری کا سو گوار ہونا

جب خواجہ حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اتنا روئے کہ کنپٹیاں پھٹنے لگیں۔ (ینایع المودۃ ص ۲۲۹)



## ثبوت ۶۸ :- غم شبیر کے بغیر قبر میں چین نہیں !

اہل سنت مولوی وارث علی صاحب سیفی حنفی تقریرات شہادتین میں ایک رباعی لکھتے ہیں :-

شبیر کے غم میں جو نہ رویا ہوگا  
سب عمر کو اس نے ہفت کھویا ہوگا  
اس غم سے جو مژدن نہ ہوا دنیا میں  
وہ قبر میں چین سے نہ سویا ہوگا

شاعر کا یہ دعویٰ بجائے خود سبب ثبوت ہے کہ حسین کے لئے اشک غم کی روانی تمام دکھوں اور مصائب سے نجات دینے کا ذریعہ ہے اور عزادار حسین کو قبر کے مذاب سے بچانے کا آسان طریقہ ہے۔ جیسا کہ حضرت تیمور لنگ کا واقعہ گذشتہ اثبات میں پیش کیا گیا۔

## ثبوت ۶۹ :- امام شافعی کی مرثیہ خوانی

مفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی اپنی معرکہ الار کتاب ینایع المودۃ میں تحریر کرتے ہیں کہ امام شافعی نے امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ کہا ہے۔ (ینایع المودۃ ص ۲۲)

اگر مرثیہ خوانی حرام ہوتی تو آئمہ اربعہ میں کے امام فقہ غم حسین میں مرثیہ نہ پڑھتے۔

## ثبوت ۷۰ :- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

تمام سال میں اس فقیر کے گھر (دو لکھ شاہ عبدالعزیز پر)

دو مجلسیں ہوتی ہیں۔ (۱) مجلس ذکر وفات شریف (۲) مجلس ذکر شہادت حسین۔

لوگ عاشور کے دن یا ایک دو دن پہلے قریباً چار پانچ سو بھی ہزار جمع ہوتے ہیں۔ درود پڑھتے ہیں۔ پھر فقیر (شاہ جی) آکر بیٹھتا ہے۔ ذکر فضائل حسین علیہما السلام ان بزرگوں کی شہادت اور قاتلوں کی بد انجامی کی حدیثیں بیان ہوتی ہیں۔ اور جن و پری کے مرثیے جو حضرت رام سلمہ اور دوسرے صحابہ سے مذکور ہوئے ہیں۔ اس میں اگر کوئی خوش الحان سلام یا مرثیہ پڑھتا ہے حاضرین مجلس اور فقیر کو رقت طاری ہو جاتی ہے۔ پھر ختم قرآن پانچ آیت پڑھ کر ماحضر پر ناحتہ دی جاتی ہے (پھر یہ نیاز تقسیم ہوتی ہے) (فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۸)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شخصیت و ناموری کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی شیعہ دشمنی بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے اور اہل سنت کے مناظرین میں ان کا نام ہندوستان کی فہرست میں چھٹی پر ہے کہ متاخرین نے اس ہی سے خوش چینیاں کی ہیں۔ اس قدر شدت اختلاف کے باوجود شاہ جی نے عزاداری سیدالشہداء کے جواز پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔ اگر مجلس عزاکا انعقاد کرنا، فضائل و مصائب اہل بیت کا ذکر کرنا، واقعات شہادت سننا، مرثیہ خوانی کرنا، سلام پڑھنا ان مواظپ کو سن کر گریہ زاری کرنا پھر نذر و نیاز تقسیم کرنا جو تمام امور عزادار کے زمرے میں آتے ہیں ناجائز و حرام ہوتے تو شاہ صاحب موصوف بہرگز ایک سنی المذہب مناظر ہوتے ہوئے ان کا ارتکاب نہ کرتے۔



شاہ صاحب کا منقولہ بالا فتویٰ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عزاداری امام حسین علیہ السلام شرعی و اخلاقی لحاظ سے مباح و جائز ہے۔

### ثبوت ۱: شہادت و زیارت اشعار اللہ میں داخل ہیں

علامہ اہل سنت امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں آیت ان الصفا والمرودة من شعائر اللہ کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں :-

”و اما شعائر اللہ فہی اعلام طاعتہ و کل شیء جعل علما من اعلام طاعتہ اللہ فہو من شعائر اللہ۔“

یعنی شعائر اللہ خدا کی اطاعت کے نشانات کو کہتے ہیں اور جو چیز بھی خدا کی طاعت کا نشان بنائی جائے وہی شعائر اللہ میں داخل ہوگی۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۳)

پس ثابت ہوا کہ چونکہ محبت حسین اطاعت خداوندی ہے لہذا جس قدر بھی نشانیاں اہل رسول کی محبت پر دلالت کریں گی وہ سب کی سب شعائر اللہ میں داخل ہوں گی۔ خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان۔ مثلاً ذوالجناح، تعزیئے علم وغیرہ لہذا ان کی تعظیم واجب ہوگی اور ان کی توہین تقریر یا تحریر احرام ہوگی کیونکہ حکم ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا لا تحملوا شعائر اللہ۔ یعنی اے مومنو! شعائر اللہ کی بے عزتی نہ کرو۔ اگر ”بدن“ شعائر میں داخل ہے تو ”ذوالجناح“ بھی شعائر خدا میں شامل ہوگا۔

### ثبوت ۲: عزاداری آثار اسلام سے ہے۔

مذہب شیعوں کے خلاف تحریر کردہ کتاب ”تبصرۃ الایمان“ میں مصنف علامہ

سلامت علی بنارسی نے اقرار کیا ہے کہ

”الحمد للہ کہ آں از آثار اسلام است و عاملے بوجوہ کثیرہ ازاں بہرہ اندوزند و فوائد دینی ازاں حاصل است و رشک نیست در آں کہ امام باڑہ و نقل تربت بعد مرتب شدن لائق تعظیم است و آداب آں شان ایمان“ (تبصرۃ الایمان مطبوعہ کلکتہ ۱۲۲۶ھ ص ۲۲)

یعنی عزاداری آثار اسلام سے ہے اور دنیا بوجوہ کثیرہ اس سے بہرہ اندوز ہو رہی ہے اور دینی فائدے حاصل ہو رہے ہیں اور اس میں رشک نہیں کہ امام باڑہ اور نقل تربت تیار ہو جانے کے بعد لائق تعظیم ہے اور ان کا ادب کرنا شایان ایمان ہے۔

پس زبان مخالفت ثابت ہوا کہ عزاداری آثار اسلام سے ہے اور اس کے دینی فوائد حاصل ہو رہے ہیں اس لئے اس کو ناجائز و حرام قرار دینا دراصل آثار اسلام کو مٹانے کی مذموم کوشش ہے۔

### ثبوت ۳: شاہ فیصل کی عزاداری

فران روئے مملکت سعودی عرب شاہ فیصل کے قتل پر یہ کہے گئے۔  
مندرجہ ذیل اشعار دور حاضر میں عزاداری کی اہمیت و جواز کے لئے ثبوت ہیں :-

#### وافیصلہ

والقلب فی کمد مذیق لوعة الیزان	العین باکیۃ من شدة الاحزان
فلا سوا المرئی واعینہا تری الضیان	الکبادناہ مشجورۃ اذہاننا معجوزۃ
بمس من رجل سفید من بنی الاخوان	ان محال قائدنا المعظم فیصلہ الفجارۃ

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء)



ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ ہم سو گواروں کی آنکھیں خون رو رہی ہیں۔ دل غم کی آگ میں جل رہے ہیں۔ ہم عزاداروں کے دل چیلنی ہیں ذہن ماؤف ہیں۔ اور ہمارے حواس کھو چکے ہیں کہ ہمارے قائد فیصل کو ان کے بے وقوف بھتیجے نے پستول کی گولی کا نشانہ بنا دیا ہے۔

پاسبان حسین شریفین سعودی حکومت کے بادشاہ کی ہلاکت پر اُن کے غم میں عزاداری کی تذکرہ بالا کیفیت اگر جائز ہے اور "افیصل" یعنی "ہائے فیصل" کا عنوان درست ہے تو پھر شہنشاہِ کربلا کی اُمت کے ہاتھوں مظلوم و شہادت پر عزاداری کیونکر ممنوع ہو سکتی ہے۔

### ثبوت ۷۔ رسومات عزاداری باعثِ رحمت ہیں۔

متفق بین الفرقین حدیث نبوی ہے کہ "ینزل الرحمة عند ذکر الاخیاس" یعنی نازل ہوتی ہے رحمت بوقت ذکر کرنے احوال نیک بختوں کے۔ پس عزاداری کے وقت شیعوں کو احوالِ اختیار کرتے میں لڑا اس وقت نزلِ رحمت ہوتا ہے۔

### ثبوت ۸۔ گریہ میں اثرِ رحمت ہے۔

بحرِ جب متفقہ حدیثِ رسول کہ "فی البکا اثر الرحمة" کہ بکا میں اثرِ رحمت خداوند ہے۔ مصائبِ اہل بیت کا ذکر بہار کے رونامہ لانا، آہ و زاری کرنا سب میں اثرِ رحمت ہے اس لئے عزاداری موجبِ ثواب، وقتی درجات، کفارہ سیئات اور دلیلِ شفقت و شفاعت ہے۔

### ثبوت ۹۔ رنج و غصہ کی حالت میں چہرے کا سرخ ہونا

طبعی اثر ہے کہ عموماً غصہ و رنج کے مواقع پر انسان کا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور خوف و خطر کی حالت میں رنگ پیللا پڑ جاتا ہے۔ یا فق ہو جاتا ہے تکلیف و علالت میں اکثر رنگ سیاہ مائل یا زرد مائل ہو جاتی ہے۔ ان طبعی اثرات کا اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ محقق ہوتا ہے کہ انسانی اعضا کو جو راجہ قدرتا ایسے ردِ عمل بجا لاتے ہیں اور انسانی قصد کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق جدید کی روشنی میں شدتِ رنج و غلبہِ غم کے باعث اگر رنگت کی تبدیلی دیر پا ہو جائے تو انسانی صحت کے لئے مضر ہو جاتی ہے۔ بلکہ با اوقات جان لیوا ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں اپنے جسم یعنی گوشت پوست کو تکلیف دینا بہترین علاج ہے۔ میں اس طبی کلیہ کو اپنے ماتم اور خصوصاً زنجیری ماتم کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ عالمِ حزن و ملال میں شدتِ اضطراب کے باعث ہم ماتم کرتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو جو شغل غم تھے نہیں جو مضر ہو۔ لہذا ماتم طبی نکتہ نگاہ سے مذموم نہیں ہے۔ بلکہ ایسے مواقع پر ماتم ذکر ناغیر مفید ہے۔ جوں جوں صدقاتی کیفیت اور حالتِ غم کی ارتقائی صورت میں اضافہ ہوگا اسی رنج و مقابل پر علاجی ترکیب میں مقدار بڑھانی جائیگی جو زنجیری تک پہنچ سکتی ہے۔ گردشِ خون کی رفتار کا اس طرح تیز ہو جانا کہ لہذا بار نکلتا نکلتا لگے اس بات کی علامت ہے کہ اس طبعیاتی کو روکنے کے لئے اس کا رنج کاٹ کر موڑا جائے۔

### ثبوت ۱۰۔ شہادتِ حسین پر اظہارِ غم بصورتِ شفق

پتہ روگارِ عالم کی ذاتِ بابرکات حادثہ نہیں۔ لہذا ایسی طبعی کیفیات اس



کے لئے تجویز نہیں ہو سکتی ہیں۔ مگر روایات میں ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے غم حسین کا اظہار اور اپنا غضب بصورت شفق آسمانی ظاہر فرمایا۔ چنانچہ علماء کا بیان ہے کہ آسمان پر سرفی شہادت حسین سے پہلے نہ تھی۔ اور یہ غضب الہی کی علامت ہے جو اسے حسین کی مظلومانہ شہادت پر ہوا۔

پس غم حسین میں آسمان پر کھبرے ہوئے یہ خوفی آنسو اس بات کی دلیل ہے کہ اس غم میں خون کے چند قطرے بہا لے جائیں تو یہ اظہار غم و غصہ ہوگا۔

**ثبوت ۷۸ :- طبی لحاظ سے غم و صدمہ کی قوت خون بہانا**

غصہ و الم کے موقعوں پر اکثر ایسا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ان حالتوں میں بااوقات دوران خون رک جانے کا قوی احتمال پایا جاتا ہے۔ اندریں حالت اپنے کو تکلیف میں مبتلا کرنا یا خون نکانا گردش خون کے عمل کو بحال رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکتہ کے عالم میں مریض کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ وہ روئے۔ پس ہم شیعوں کے لئے اہلیت کے مصائب سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے لہذا اگر ایسے وقت میں ماتم کرتے ہیں یا زنجیر مارتے ہیں تو یہ اظہار تعزیت بھی ہے اور طبی حکمت علی بھی۔

**ثبوت ۷۹ :- زنجیری ماتم کی حکمتی دلیل**

ایسا بھی ہوتا ہے کہ خون، رنج، غم، صدمہ اور مصیبت کے اوقات پر خون خشک ہو جاتا ہے۔ اگر تھوڑا بہاؤ جاری رہے تو یہ عارضہ لاحق نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ غم آل رسول ہمارے لئے بہت بڑا غم ہے لہذا ایسے میں

امکان ہے کہ ضبط کی صورت میں یہ حالت واقع ہو جائے لہذا زنجیر زنی سے از خود ہی یہ حفظ ما تقدم مہتمم ہو جاتا ہے۔

**ثبوت ۸۰ :- عالم ملال میں خون پر اثرات**

اطباء کا تجربہ ہے کہ دُکھ و درد، رنج و ملال، حزن و خوف، غم و صدمہ کی حالتوں میں خون پر نمایاں اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رنگت تغیر پذیر ہوتی ہے۔ ایسی شدید حالتوں میں عموماً خون کے سرخ ذرات جمل جاتے ہیں۔ خون اندر ہی اندر کا لاٹ جاتا ہے جسے جلد از جلد خارج کر دینا بہتر ہوتا ہے۔ پس عزادار جب ماتم زنجیر کرتا ہے تو اس بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

**ثبوت ۸۱ :- خون نکانا بعض امراض کا شافی علاج ہے**

تدیم زمانہ سے مروج ہے کہ لوگ بذریعہ جراحات کئی امراض کا علاج محض فاسد خون کو خارج کر کے کرتے رہے۔ پچھنے گلوئے جاتے تھے۔ اور جو نمکوں کے ذریعہ خون نکلوایا جاتا تھا اب بھی دیہاتوں میں یہ طریقہ رائج ہے مگر شہروں میں یہی عمل سائنسی آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ پس عزادار جو زنجیر سے ماتم کرتا ہے وہ بے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ علاج بھی ثواب بھی۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام!

**ثبوت ۸۲ :- مکلف شریعت عاقل و باہوش ہے**

امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ شرعاً مکلف وہی شخص ہے جو باہوش و حواس ہو۔ چنانچہ یہی وجہ ہے نہ وہ ہوشی کی حالت میں نماز تک



پڑھنے کی مخالفت ہے۔ نیند کی غنودگی کو و منوٹوٹ جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہم دباغرضی مخالفین کی یہ بات قبول کر لیں کہ عزاداری ناجائز ہے تو بھی سیدنا شہداء علیہ السلام کی ماتم داری متاثر نہیں ہوگی کیونکہ یہ شدید صدمہ کے باعث ہے۔ جو اکثر حواس کو بے قابو کر کے ایسے مقام پر لے آتا ہے کہ جہاں انسان زمرہ مکلفین سے باہر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر سن کر حضرت عمرؓ پر دیوانگی طاری ہو گئی۔ حالت اس قدر غیر ہوئی کہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر بطریق مجنون لوگوں کو دھمکاتے کہا اگر کسی نے کہا کہ رسول کا انتقال ہو گیا ہے تو میں اس کا سرتن سے جدا کر دوں گا۔ ظاہر ہے کہ عالم ہوش میں اگر کوئی شخص اس طرح دھمکائے تو قابل تعزیر ہے مگر چونکہ وہ رسول کی وفات پہنچتے دل برداشتہ ہوئے کہ اپنی سادہ بدھ کھو بیٹھے لہذا اسے محبت و عشق و الہانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہم اس ہی واقعہ کو دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ جس طرح غم رسول میں ناروقی اہلنت کا اظہار صدمہ ہاتھ میں تلوار اور زبان پر قتل کی ہیئت میں قبول ہے اسی طرح شیعہ کا ماتم زخیر بھی فرط محبت رقت قلبی اور شدید قلق و اضطراب کی علامت ہے۔ کیونکہ ایسے صدمات پر انسان عموماً اپنے حواس پر قابو نہیں رکھتا اور اس صورت میں اگر کوئی ناجائز فعل کا ارتکاب بھی کرے تو قابل عفو و درگزر ہوتا ہے۔

### ثبوت ۸۳ :- ایام یادگار منانا

متوجہ کے اہل و عیال تو اپنی ذاتی سبل پر مرحوم کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں مگر

ایسے معززین جنہوں نے قوم و ملت کے لئے کوئی کارنامہ سر انجام دیا یا ایسے قائدین جن کی قیادت سے اقوام کو سر فرازی ملی ان کے سپرد کاران کی یادگاریں ہمیشہ قائم رکھتے ہیں۔ دُور مدت جائے۔ قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم نے پاکستان بنایا۔ لہذا قوم ہر سال ۱۱ ستمبر کو ان کا یوم وفات بڑی تعظیم سے مناتی ہے۔ اسی طرح شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کا یوم بھی بڑے احترام سے منایا جاتا ہے نیز زکات الدین کے عرس شریف پورے ترک و احتشام سے منائے جاتے ہیں۔ اور یہ رواج صرت ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ تمام اقوام میں یہ چیز رائج ہے۔ معلوم ہو کہ اسلاف صالحین کی یادگار کا دن منانا بین الاقوامی سبل پر متفق امر ہے۔ پس شہادت غفلتی کا روز بھی استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی یاد تمام رکھی جائے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بڑی ہستی کے لواحقین اسی طرح یاد منائیں جس طرح قومی سبل پر منائی جاتی ہے۔

### ثبوت ۸۴ :- اظہار تعزیت باہمی اخوت و محبت کا سبب

اگر کسی عزادار گھرانے سے اظہار تعزیت کیا جائے تو اس کو معاشرتی تمدن کی خوبی کہا جائے گا جو مستحسن ہوگا۔ اس کے برعکس اگر اظہار افسوس در کیا جائے گا تو بے رنجی بے حسی اور بے مروتی بلکہ سنگدلی کا مظاہرہ ہوگا۔

### ثبوت ۸۵ :- ایک بزرگ کا نہ نصیحت

بزرگوں کا مشہور قول ہے کہ آدمی خوشی کے موقع پر شرکت کرے یا نہ کرے مگر غمی کے موقع پر ضرور شرکت کرے۔ مجلس عزا اور ماتم محافل غم ہیں۔ لہذا ان میں شرکت کرنا چاہیئے اور بلا وجہ اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہیئے۔



**ثبوت ۸۶:** حضرت داؤد کا غم پس میں ہر روز ماتم کرنا  
کتاب مقدس کے پرانے عہد نامہ کی کتاب سموئیل ۲ میں ہے کہ "داؤد  
ہر روز اپنے بیٹے کے لئے ماتم کرتا رہا۔"

(سموئیل ۲، آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴، باب ۱۳)  
صاحب کتاب نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے غم میں ہر روز ماتم  
کرنا ثابت کرتا ہے کہ ماتم نبیوں کی سنت ہے۔

**ثبوت ۸۷:** حضرت داؤد کا ماتم برپا کرنے کا حکم دینا

"اور داؤد نے یوآب سے اُن لوگوں سے جو اس کے ساتھ تھے کہا  
کہ اپنے کپڑے پھاڑو اور ٹاٹ پہنو اور ابتیر کے آگے آگے ماتم کرو  
اور داؤد بادشاہ آپ جنازے کے پیچھے پیچھے چلا۔ انہوں نے ابتیر کو  
جڑوں میں دفن کیا اور بادشاہ نے ابتیر پر مرثیہ کہا۔"

(۲ سموئیل باب ۲، آیت ۲۳ تا ۲۵ ص ۲۹)

پس حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتم کیلئے حکم دینا حلت ماتم کی دلیل ہے۔

**ثبوت ۸۸:** قرآن مجید میں عزاداری کو حرام قرار نہیں دیا گیا

قرآن مجید میں عزاداری کو نہیں بھی حرام قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ قصص انبیاء  
میں اس کو سنت خاصانہ خدا بتایا گیا ہے۔ نیز حکیم قرآن کے مطابق مظلوم  
کے لئے اقوال سوء بھی جائز ہیں۔ پس قرآن میں عزاداری کا جواز تو مل  
جاتا ہے مگر ممانعت نہیں ملتی اور جس فعل پر ممانعت وارد نہ ہو وہ فقہی

اصول کے مطابق حکم اباحت میں داخل ہوگا۔ مخالفین نے غلط فہمی کی بنا پر عزاداری  
کو مستفاد ممبر مشہور کر رکھا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تائید میں صرف صبر کی تلقین کرتے  
ہیں حالانکہ عزاداری منافی صبر نہیں ہے۔

**ثبوت ۸۹:** ممانعت عزاداری میں کوئی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔

عزاداری کی ممانعت میں کوئی بھی صحیح حدیث دستیاب نہیں۔ کیونکہ ایسے  
اقوال یا تو بطور تسلی ملتے ہیں یا پھر ان کا تعلق زمانہ جہالت جیسی عزاداری  
سے ہے جس میں اللہ و تقدیر کے شکوے شکایت کر کے خدا کی شان میں  
گستاخیاں کی جاتی تھیں۔ ہم یہ ثبوت اس دعوے کے ساتھ پیش کرتے  
ہیں کہ ماتم شبیر کے حرام ہونے کی دلیل میں ایک بھی مرفوع حدیث صحیح  
پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔ پس جو بات قرآن و حدیث سے حرام ثابت نہ  
ہو اس کو اپنے خیال سے حرام سمجھ لینا از خود حرام ہے۔ کیونکہ حلال و حرام  
قراردینے کا اختیار خدا و رسول کو ہے امت کے مولوی کو نہیں۔

**ثبوت ۹۰:** عزاداری تبلیغ حق کا موثر ذریعہ ہے۔

عقلاً بلکہ مشاہدہ بھی یہ ثابت ہے کہ مظلوم کی بات میں تاثیر ہوتی ہے  
مصائب اہل بیت کا تذکرہ بہت موثر ثابت ہوا ہے۔ ہر سال عزاداری کی  
بدولت لوگ گروہ درگروہ مذہب حق کے حلقے میں داخل ہوتے ہیں۔ کیش  
اور جوق در جوق آمد اس بات کا ثبوت ہے کہ عزاداری تبلیغ کا بہت  
موثر ذریعہ ہے۔



**ثبوت ۹۱:-** اگر عزاداری نہ ہوتی تو یزید نبی بن چکا ہوتا!

جس طرح حسین مظلوم نے دین محمد کی حفاظت کی ہے اس طرح حسین کی عزاداری نے محمد کی نبوت کو آنچ نہ آنے دی۔ اگر یہ ماتم داریاں، ٹھکرایاں اور تعزیت فرمائیاں نہ ہوتیں تو بعید نہ تھا کہ لوگ محمد کی بجائے یزید کی نبوت پر ایمان لے آتے۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ "(لوگوں میں) یزید کی نسبت تین قسم کی رائے والے لوگ ہیں ایک وہ جو اس کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں دوسرے اسے خلفاء راشدین میں داخل سمجھتے ہیں اور تیسرے انبیاء میں شامل کرتے ہیں" (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۲۶۲ مطبوعہ مصر)

پس اگر عزاداری کو بند کر دیا جائے تو بعد از خاتم النبیین پھر یزید کی جھوٹی نبوت کا دروازہ کھل جائے۔

**ثبوت ۹۲:-** عزاداری کی مخالفت بجائے خود اسے حق ثابت کرتی ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر طرح کے لہو و لعب اور منہگام زمانہ گوارہ کر لئے جاتے ہیں مگر عزاداری کے نام سے بھی مرد و عورت شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ اس سے مخالفین کا ذرہ بھر بھی کوئی نقصان نہیں ہوتا تو نجات سے اس کا باعث تلماش کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ عزاداری سے ظالموں کے ظلم سے پردے اٹھتے ہیں جو ان کے بھی خواہوں کو گوارہ نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عزادار ظالموں کے ظلم کی تشہیر کرتے ہیں جب کہ دوسرے

اس کو پسند نہیں کرتے۔ لہذا کوشش کرتے ہیں کہ حسین کا ذکر حرام قرار پائے۔ لیکن کرنا خدا کا ایسا ہے کہ اس کی جتنی بندش درکاوٹ کی کوشش کی جاتی ہے یہ ذکر اتنا ہی اُبھرتا ہے۔ کیونکہ حق کا بول بالا ہوتا ہے۔ لہذا اس شدید مخالفت کے باوجود عزاداری کا جاری رہنا اس کے حق ہونے کی ناخبرہ دلیل ہے۔

**ثبوت ۹۳:-** عزاداری اخلاق ساز ہے۔

رسومات عزاداری کو اگر صدق دل اور صاف نیت سے دیکھا جائے تو تعمیر اخلاق انسانی کے لئے بہت موثر طریقہ ہے کہ مجالس میں سبق آموز حکایات کا ذکر، جلوس میں نظم و ضبط کا لحاظ، ظلم کے خلاف نفرت کے جذبات کی پیدائش، اظہار حق کرنے کا اعلیٰ جذبہ، احسان شناسی کا مظاہرہ، درود ذکر و اذکار سے عبادت کا ثواب، کلمہ حق کا ناساز گار حالات میں اجراء، جہاد فی سبیل اللہ کی تعلیمات، عقیدت کے اسلوب، ایمان کا استحکام، صبر و تحمل کے درس و تدریس، شجاعت کے کارنامے اور حقیقی تعلیمات اسلامیہ کے فوائد وغیرہ ایسی اچھی باتیں ہیں جن کو سیکھ کر انسان عملی زندگی میں اخلاق کا بہتر نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ پس کوئی بھی صاحب عقل و ادراک ایسی رسومات کی مخالفت نہیں کر سکتا ہے۔ تا وقتیکہ کوئی شخص سازش اس کے دل میں کار فرمانہ ہو۔

**ثبوت ۹۴:-** عزاداری "یزیدیت" اور "حسینیت" میں امتیاز پیدا کرتی ہے

اگر عزاداری کا رواج نہ ہوتا تو حسینیت و یزیدیت میں امتیاز نہ اعمال ہوتا۔



جیسا کہ لوگوں نے یزیدؓ کو امامت و نبوت تک کے تاج پہنانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ یہ عزاداری ہی ہے کہ یزیدؓ کا نام آج داخل دشنام ہے ورنہ یزیدی ٹولہ تو اپنے اس خلیفہ کو زمرہ انبیاء میں داخل کر چکا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

”بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ (یزیدؓ) امام تھا، عادل تھا، نادی تھا اور مہدی تھا۔ اور صحابی کیا وہ تو اکابر صحابہ (رسولؐ) میں داخل تھا۔ اور وہ خدا کے اولیاء میں سے تھا۔ اور اس بنا پر وہ لوگ اس کو زمرہ انبیاء میں شمار کرتے ہیں۔“ (وصیتہ الکبریٰ ص ۳۳ مطبوعہ مصر)

پس اگر مانتی ٹولہ عزاداری کو اپنا سرمایہ مذہب قرار نہ دیتا تو اب اسلام کا نقشہ الٹ ہوتا۔ یہ عزاداری ہی کا کمال ہے کہ یزیدؓ کو رسولؐ کا چھٹا خلیفہ لکھنے والے لوگ بھی اپنی اولاد کا نام یزید رکھنے میں قیاحت و کراہت کرتے نظر آتے ہیں۔

### ثبوت ۹۵: حسینؓ کی عزاداری دراصل رسولؐ کی عزاداری ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فلسفہ شہادت کے تہیدی بیان میں تحریر کیا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت درحقیقت حسین کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جلی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عزاداری سید الشہداءؑ فی الحقیقت سید المرسلینؑ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزاداری ہے۔ (سیر الشہادتین)

### ثبوت ۹۶: عزاداری سے رسول اکرمؐ راضی ہوتے ہیں

انسانی معاشرہ میں ابتداء سے مشابہہ کیا گیا ہے کہ کسی بھی سوگوار گھرانے سے

انگھار تعزیت کرنے پر ماتم دار گھرانہ شکر گزار ہوتا ہے اور ان کو درد مافیٰ لکین حاصل ہوتی ہے۔ ایسی مثال پیش کرنا مشکل ہے کہ کسی بھی مصیبت زدہ گھرانے کسی تعزیت گزار سے بڑا سلوک کیا ہو۔ چنانچہ انسانیت کے اس تمدنی قانون کے مطابق یہ امر امکان سے باہر ہے کہ رسولؐ اپنے خاندان کے مصائب پر انگھار تعزیت کرنے والوں سے راضی نہ ہوں کیوں کہ آپؐ غلیظ پینیبستر ہیں۔

### ثبوت ۹۷: عزاداری قانوناً اور شرعاً جائز ہے

جب کسی مذہب والوں کو ان کے امام کسی کام کی اجازت دیں تو وہ کام اس مذہب والوں کے لئے شرعاً جائز ہوتا ہے۔ اور کسی دوسرے مذہب والے کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔ اب چونکہ شیعوں کے آئمہ نے عزاداری سید الشہداءؑ کی عام اجازت دی ہے اس لئے یہ قانوناً اور شرعاً جائز ہے۔

### ثبوت ۹۸: ایک غیر مسلم حج کا عزاداری کے متعلق فیصلہ

”شیعہ لوگ سالانہ حسینؓ کی عزاداری برپا کرتے ہیں۔ یہ عزاداری صمد نمائشی اور ظاہری نہیں ہوتی بلکہ قلبی اور سچی عزاداری خواری اور صدمہ کے ساتھ ہوتی ہے۔“ (جسٹس ارناؤد جلد ۱۲ بمبئی ہائی کورٹ رپورٹ ص ۳۳۳ بحوالہ نور ایمان ص ۲۸۳)

پس ایک غیر مسلم حج کا یہ نظریہ عزاداری کے مستحق ہونے کا عام ثبوت ہے۔

### ثبوت ۹۹: جماعت مخالفین عملاً رسولؐ عزاداری

کے آگے ہتھیار ڈال چکی ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ جن لوگوں کی زبانیں رسومات عزاداری کو بدعت و



ناجاڑ کھتے کھتے ٹھکتی نہیں ہیں۔ وہ اب رفتہ رفتہ مجبور ہو کر عملاً ان ہی رسومات کا ارتکاب کرنے لگے ہیں۔ عید میلاد النبی کے موقع پر عظیم الشان جلوس نکالنا گلی کوچوں میں مقدس نام سے کر قوالیاں گانا اور لعلتیں پڑھنا۔ جھنڈے بنا کر اور گولہ کناری سے سجا کر نکالنا۔ کھوڑا چھوڑاؤٹ بیل حتیٰ کہ ترک اور موٹر گاڑیوں کو سجا بنا کر لے جانا، نورے لگانا سب کچھ ہوتا ہے۔ عزاداری کے اثرات دیکھتے ہوئے اور روز بروز اپنی کثرت میں کمی محسوس کرتے ہوئے اب عزاداری سید الشہداءؑ نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے۔ منیدیں اڑادی ہیں۔ بڑا زور لگا چکے کہ عزاداری بند ہو جائے لاکھ جتن کئے کہ نام حسینؑ مٹ جائے۔ واعظ پر زکر حسینؑ کو حرام قرار دیا مگر سب تدبیریں اُلٹ ہو گئیں۔ بالآخر اب آخری تجربہ یہ ہو رہا ہے کہ آہستہ آہستہ شیعوں کے خصلت جوڑا اپنے میں منم کرنے کی ترکیب آزمائی جا رہی ہے۔ اب دیکھیں اس میں ناکامی پر کب سر پیٹتے ہیں کہ کس صوف پٹنے کی رہ گئی ہے۔ اب چونکہ تمام شیعہ رسومات عملاً انہوں نے اپنے ہاں جاری کر لی ہیں۔ لہذا ڈھنڈو رہ پٹیا جارہا ہے کہ مخالفت کی مجالس جلوس اور مذہبی تقریبات اور نعرہ بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سنیں۔ دیکھیے اب یہ وقت بتائے گا کہ یہ حربہ کس حد تک کارگر ہوتا ہے۔ اگر یہ سب بدعت ہے تو پھر خود کیوں کرتے ہیں۔

**ثبوت ثابہ۔ رسول صادق کا صدیقہ کوئین سے وعدہ عزادار کی یقینی نجات**

”حضرت شفیع المذنبین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختہ صدیقہ الکبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے

فرمایا میری اُمت کی عورتیں میرے اہلبیت کی عورتوں کے مصائب پر گریہ زاری کریں گی اور میری اُمت کے مرد میرے اہلبیت کے مردوں کی مصیبتوں پر روئیں گے اور وہ ہر سال نسل بعد نسل میرے اہلبیت کے مصائب کی یاد تازہ کرتے رہیں گے جب قیامت کا دن ہوگا تو تم (بی بی پاک) عزادار خواتین کی شفاعت کرو گی اور میں (حسنوں) عزادار مردوں کی شفاعت کروں گا۔ جو شخص بھی حسینؑ کے مصائب پر ریکا کریگا تو ہم اسے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کریں گے۔ (بخاری الانوار جلد ۱ ص ۱۶۷)

عاصی مشتاق غلام حسینؑ مظلوم یہاں عرض کرتا ہے کہ حدیث منقول سے ثابت ہو کہ حضورؐ نے اسی مرد و عورت کو اپنی اُمت میں داخل کیا ہے جو عزادار اہلبیت ہو۔ پس ایمان بالرسالت محمدؐ کا تقاضا یہ ہے کہ اہلبیتؑ کے مصائب پر عزاداری کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں۔ تاکہ آخرت میں سرخروئی ہو۔ نجات یقینی ہو۔ المختصر ثبوت آخر حار من کیا۔ سوا اثبات پورے ہوئے۔ پیغام پہنچا دیا گیا۔ و کفی باللہ وکیلاً۔

پس ہم ماتم اس لئے کرتے ہیں کہ ہم محمدؐ کی اُمت ہونے کے دعویدار ہیں۔ اگر ان کے اہلبیت کی مصیبتوں پر عزاداری سے منہ موڑیں گے تو شفاعت کرنے والا رسولؐ ہم سے منہ پھیر لے گا۔ علی لعنة اللہ قوم الظالمین۔ اللہم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام۔